ریحانہ آفتاب

سجے خوشبو رنگ گلاب

ناولٹ

''دلکشش زوار! تمہیں اپنا نہ بنایا تو اپنا وجود ہی صفحہ ہستی سے مٹا دوں گا۔ یہ وعدہ رہا نیاز حیدر کا تم سے۔'' رعونت سے ادا کیا جانے والا جملہ اردگرد میں گونجا۔

''آخر کر لیا نا تم نے وہ جو تم چاہتے تھے۔'' اس کے لب کپکپا گئے۔ آنسوؤں کا گولہ حلق میں پھنس گیا۔ آنکھیں ساون بھادوں بن گئیں۔ اظہار بے بسی بے کسی عروج کو چھو رہا تھا۔ اس کی آن بان کو کیسے پل بھر میں نیاز حیدر نے چکنا چور کر دیا تھا۔ اعتماد اور فطری بے نیازی کی بہت بھاری قیمت چکانا پڑی تھی اسے وہ اس وقت کو کوسنے لگی جب یونیورسٹی کے پہلے دن زریں نے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا تھا۔

''مجھ سے دوستی کریں گی؟'' لہجہ اتنا معصوم تھا کہ اس کے لب بے ساختہ مسکرا اٹھے۔

''کیوں نہیں دلکشش زوار زریں کا بڑھا ہاتھ گرم جوشی سے تھام کر گویا ہوئی۔ زریں مخلص پیاری لڑکی تھی۔ دونوں کی دوستی اتنی گہری ہو گئی کہ ان کے درمیان تیسرے بندے کی گنجائش نہ بچی۔

''دلکشش تم مجھے اتنی اچھی کیوں لگتی ہو؟'' بعض اوقات وہ سوال کرتی اور دلکشش اس کے والہانہ انداز پہ خفگی سے گھورنے لگتی۔

''زریں، کبھی کبھی مجھے لگتا ہے تمہارے اندر کسی لڑکے کی روح گھسی ہوئی ہے۔'' زریں کا انداز محبت محبوبانہ ہوتا تھا۔

''نجانے تم میں ایسی کیا بات ہے۔ پہلی بار جب میں تمہارے ساتھ بیٹھی تھی اور تم تیزی سے سر اقتدار کے پوائنٹ نوٹ کر رہی تھیں۔ تم نے میری طرف دیکھا بھی نہیں تھا۔ بس اسی وقت میں نے دل میں ٹھان لی چاہے کچھ ہو جائے تم سے دوستی ضرور کروں گی۔ کاش میں لڑکا ہوتا تو فوراً تم سے شادی کر لیتا۔''

''تم پاگل ہو زریں۔ یوں ہر کسی پہ اندھا اعتماد نہیں کرتے دوست کو دوست سمجھنا چاہیے ضرورت نہ بننے دو۔ کل کو یونیورسٹی سے فارغ ہو کر میں اور تم الگ ہو جائیں گے۔ پھر کیا کرو گی تم؟ ابھی تو میرے علاوہ

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

تم کیفے تک نہیں جائیں۔"

"تمہارا فلسفہ اپنی جگہ۔ لیکن مجھے یقین ہے ہم ہمیشہ ایک دوسرے کے ساتھ رہیں گے۔"

"یہ ناممکن ہے ایمپاسبل۔"

"یہاں ہر بات ممکن ہے۔" وہ اٹل لہجے میں بولی تو کشش نے بحث طویل ہونے کے خدشے کے پیش نظر بات بدل دی۔

"بی جان، بھابھی اور نیمو کیسا ہے؟"

"سب اچھے ہیں، نیمو تو تمہیں بہت یاد کرتا ہے۔ ہر وقت پوچھتا ہے اچھی والی پھپھو کب آئیں گی؟ آج کل مری کانوینٹ میں ہوتا ہے۔ کل بی جان بھی تمہارا پوچھ رہی تھیں۔ آج تم میرے ساتھ چلو گی۔" وہ یونہی جذباتی ہو جاتی تھی۔

"جلد ہی آؤں گی۔" اس کے گھورنے پہ وہ شانتہ مسکراہٹ سجا کر بولی۔ پہلی بار زرین کے گھر گئی تو ڈر رہی تھی جانے کیسے لوگ ہوں مگر سب سے مل کر ہر خدشہ دم توڑ گیا۔ اس کی آمد پہلی بار ہوئی تھی مگر لگ رہا تھا وہ سب اسے بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ ریفریشمنٹ میں اپنی من پسند چیزیں دیکھ کے وہ حیرت سے ہوئی اور کچھ کہنے کو ہوئی تو بی جان نے حیرت دور کی۔

"ہمارے گھر میں چوبیسوں گھنٹے تمہارا ہی ذکر ہوتا ہے۔ تم سے متعلق اک اک بات زرین نے بتا رکھی ہے۔ تمہیں دیکھ کر ذرا حیرانی نہ ہوئی۔ زرین نے ہمارے ذہنوں میں جو خاکہ بنایا ہے تم اس پہ پوری اتری ہو۔" وہ شرمندہ سی زرین کو گھورتی رہی جو وضاحتی کے اگلے پچھلے ریکارڈ توڑتی مسکرا رہی تھی۔ زرین کی امی جنہیں وہ بی جان کہتی تھی اسے بہت چاہنے لگی تھیں۔ اس کے بابا جان کلف لگے سوٹ میں شال کاندھوں پہ ڈالے جب محبت سے اس کا احوال دریافت کر رہے تھے تو بہت اچھے لگے۔ پھر حیدر بھائی تھے دنیا کی طرح ہنس مکھ اور زندہ دل۔ اس کے بعد عماز حیدر تھا۔ جو ہارورڈ یونیورسٹی میں نجانے کون سی ڈگری لینے گیا ہوا تھا۔ بقول زرین۔

"میرا بھائی بہت جینئس ہے۔ اس کا اک ہی شوق ہے اپنے نام کے آگے ڈگریوں کا اضافہ کرنا۔"

"تو اتنا پیارا شوق ہے۔ کاش سب کو ہوتا۔" اسے تو ماسٹرز کرنا جوئے شیر لانے کے مترادف لگ رہا تھا۔ صبح سویرے یونیورسٹی کے لیے نکلنا کوئی آسان کام تو نہ تھا۔ دن کے بارہ بجے سو کر اٹھنے والوں کے لیے۔ عماز حیدر کے لیے اس نے زرین کے لہجے میں بہت محبت دیکھی تھی۔ بلاشبہ وہ اسے بہت عزیز تھا۔ عماز کی تعریف کا کوئی موقع وہ ہاتھ سے جانے نہ دیتی تھی۔ وہ بھی مجبوراً سن لیتی کہ اس کا بھائی تھا۔

"کشش عماز بھائی واپس آ گئے ہیں۔ اچانک آ کر سرپرائز دیا انہوں نے وہ تو اب بھی نہ آتے مگر میں نے ای میل ہی ایسا کیا تھا کہ آتے ہی بنی۔ مجھ سے بے حد پیار جو کرتے ہیں۔" وہ اسے فون پہ خوشخبری سنا رہی تھی۔ "بات کرو گی بھائی سے؟ یہیں میرے پاس براجمان ہیں۔"

"ابھی میرا دماغ اتنا خراب نہیں ہوا نہ جان نہ پہچان اور میں ان سے بات کرنے لگوں۔ تمہارا تو دماغ خراب ہے۔ بھائی کی محبت کا بھوت اتر جائے تو یونیورسٹی آ جانا۔ ماما آواز دے رہی ہیں۔ اپنا خیال رکھنا۔ اللہ حافظ۔" فون رکھا جا چکا تھا۔ ریسیور کان سے لگا کر عماز حیدر نے بے ساختہ ریسیور کو گھورا جیسے اس کی شکل نظر آ جائے گی۔ اپنی بات کہہ کر زرین نے ریسیور اسے پکڑا دیا تھا۔ اس کے بولنے سے پہلے ہی وہ اپنی بات پوری کر کے فون بند بھی کر چکی تھی۔

"تم تو بہت تعریفیں کر رہی تھیں مگر تمہاری فرینڈ تو مجھے بہت مغرور لگی۔"

"نہیں تو بھائی۔" پھر جو وہ شروع ہوئی تو عماز حیدر کو اس کے منہ پہ ہاتھ رکھ کر کہنا پڑا۔

"بند کرو یہ "کشش نامہ" تم نے مجھے جتنے بھی ای میل کیے ان میں آدھی سے زیادہ ان محترمہ کی باتیں ہوتی تھیں۔ تم میری بہن ہو یا اس کی؟" وہ چڑ گیا۔

☼ ☼ ☼

"آ گئی یونیورسٹی کی یاد؟" اک ہفتے بعد زرین کو

روبرو دیکھ کر کشش خشمگیں نگاہوں سے گھورنے لگی۔

"سوری یار، تم بور تو نہیں ہوئیں؟"

"میری نہیں اپنی فکر کرو۔ سر افتخار نے اسائنمنٹ دیا تھا سبمٹ کرانے کی آج آخری تاریخ ہے۔"

"اوہ تو اب کیا ہو گا؟" وہ گھبرا گئی۔ سر افتخار سے تو ہر اسٹوڈنٹ کی جان جاتی تھی جو ہر بات کے جواب میں سرد مہری سجائے لہجے کو اور ڈراونا بنا کر کہتے تھے۔ "تو آرگومنٹ اوئی بس اور تو۔"

"تم مجھے فون کر کے نہیں بتا سکتی تھیں؟" وہ جھگڑنے لگی۔

"کچھ شرم کریں محترمہ پچھلے ایک ہفتے سے آپ کلاس کی سیر کو گئی ہوئی تھیں۔" اس نے یاد دلایا۔

"ہاں تو اب کیا ہو گا؟" وہ حقیقتاً پریشان تھی۔

"ایکچوئلی تمہارا اسائنمنٹ میں نے سبمٹ کرا دیا بس تھوڑا ستا رہی تھی۔" کشش مسکراتے ہوئے بولی تو وہ چیخ مار کر اس سے لپٹ گئی۔

"زبردست 'دوست ہو تو تم جیسی لیکن کتنا خون جلایا میرا۔"

"اس طرح تو ہوتا ہے اس طرح کے کاموں میں۔ کیفے چلیں۔"

"ہاں اوہ سوری اوہ شت کی گڑبڑوں میں مجھے یاد ہی نہیں رہا۔ یہ میرا بہت جینئس بھائی عماز حیدر اور بھائی یہ ہے کشش نواز۔"

"آئے تو اسلام علیکم۔" وہ دیکھ بھی نہ پائی تھی کہ زرین کے ساتھ کوئی لڑکا بھی کھڑا ہے۔ اس میں اس کی ذاتی کوشش کا دخل بالکل نہیں تھا۔ نجانے کیوں وہ اپنی مگن رہتی تھی کہ اردگرد سے قطعی بے نیاز نظر آتی تھی۔ اس کے ساتھ المیہ تھا کہ وہ کسی سے دو گھڑی بات کرتی اور اگر کوئی پوچھ لیتا کہ اس شخص نے کون سے کلر کا سوٹ پہنا تھا تو اس کا جواب ہوتا "میں نے دیکھا ہی نہیں۔" عموماً اس عادت کے باعث بہت سے لوگ اسے گھمنڈی اور مغرور سمجھتے تھے۔

"وعلیکم اسلام۔"

"زرین پر تو لگتا ہے آپ نے جادو کر دیا ہے شی از کریزی اباؤٹ یو۔ اتنا کریزی اسے میں نے کبھی نہیں پایا۔ آپ میں تو لگتا ہے اس کی جان اٹکی ہوئی ہے۔ آپ کے ذکر کے بنا اس کی صبح نہیں ہوتی۔ میں بہت جیلس ہو رہا ہوں آپ سے 'اتنی اہمیت اس نے میرے علاوہ کبھی کسی کو نہیں دی۔" بلیک جینز شرٹ اور بلیو جیکٹ میں اس سے مخاطب اس شخص کو اس نے بے ساختہ دیکھا۔

"زرین کی محبت ہے۔ جہاں تک جیلس ہونے کی بات ہے۔ تھوڑا عرصہ صبر کریں۔ فائنل سمسٹر کے بعد ہم یونیورسٹی کو خیرباد کہہ کر زندگی کے جھمیلوں میں کھو جائیں گے تو زرین بھول جائے گی کہ اس کی کبھی کشش نواز سے دوستی بھی ہوئی تھی۔" جواب میں زرین اسے گھورنے لگی تھی۔

"مگر زرین کا ارادہ تو کچھ اور ہے۔" سنہری آنکھوں میں شوخی سموئے اس پہ اچھالو شخص نے زیر لب مسکراتے کہا تو وہ استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

"کیفے چلتے ہیں۔" عماز حیدر کو تنبیہہ کرتی نظروں سے زرین نے آگے پیش قدمی کی۔ وہ عماز حیدر کے لبوں پہ مچلتی مسکراہٹ کو الجھن سے دیکھنے لگی۔

"آپ نے کبھی کسی لڑکی کو اپنی باتوں" "آواز اور آنکھوں سے ہپناٹائز کرتے دیکھا ہے؟" نظریں اس پر جمائے وہ گویا تھا۔ اس نے نا سمجھی انداز میں سر نفی میں ہلایا۔

"آج گھر جا کر آئینہ دیکھ لیجئے گا۔" کیا کچھ باور کراتی نظریں تھیں اس کی۔ اردگرد کا ماحول پرفسوں سا ہو گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"کشش میں چاہتی ہوں تم عماز بھائی کی مسز بنو۔" اگلے روز زرین نے کہا تو وہ بھونچکی رہ گئی۔

"ربش زرین کیسا گھٹیا مذاق ہے۔"

"یہ مذاق نہیں ہے۔ میری دلی خواہش ہے۔ ہم

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

سب کو بھائی کا انتظار تھا۔ پہلے تم سے ذکر اس لیے نہیں کیا کہ نہیں بھائی کوئی تھیم لے آئے تو تمہیں کیا جواب دیں گے۔ مگر میرا بھائی کردار کا پکا ہے۔ اس کے قدم ڈگمگائے نہیں۔ انہیں بھی تم بہت اچھی لگیں۔"

"تو کل تمہارا بھائی مجھے دیکھنے کے ارادے سے آیا تھا۔" وہ چڑ اٹھی ہو گئی۔ زریں اس کے شدید ردعمل پہ حیران تھی۔ "کیا ہم کسی اور ٹاپک پہ گفتگو نہیں کر سکتے؟" اس کا لہجہ اکتاہٹ بھرا تھا۔ پھر اکثر وہ جستجو کی بحث چھڑ جاتی۔ کبھی تو وہ ناراض ہو جاتی۔ کبھی واک آؤٹ کر جاتی۔ ابھی وہ آرام کی غرض سے لیٹنے کا سوچ ہی رہی تھی جب ماما کمرے میں داخل ہوئیں۔

"کشش آج زریں کے ساتھ اس کے والدین اور بہماز حیدر گھر آئے تھے۔" بلا تمہید ماما نے کہا تو اس پاس خطرے کی گھنٹی بج اٹھی۔ دل پوری قوت سے دھڑکنے لگا۔

"تم کیا خبر ہو" اپنی روایتوں کے معاملے میں تمہارے پپا کتنے سخت ہیں انہوں نے صاف انکار کر دیا کہ ہم خاندان سے باہر غیر ذات میں شادی نہیں کرتے۔ مگر وہ لوگ اڑے ہوئے تھے۔ انکار کے باوجود اپنی بات منوانے پہ تلے بیٹھے تھے بہماز حیدر تو قرآن و حدیث کی روشنی میں دلیل دے رہا تھا۔ کشش تمہارے پپا سمجھ رہے ہیں کہ شاید تمہاری منشا..."

"نہیں ماما اس میں قطعاً "میری منشا نہیں۔ آپ جانتی ہیں نا مجھے؟" اک اسی الزام سے وہ ڈرتی تھی۔ ماما کی بات تلوار کی دھار کی طرح لگی۔ ماما مطمئن ہو کے مسکرا دیں۔

"مجھے تم پہ پورا اعتماد ہے۔" ماما چلی گئی تھیں اور اسے سوچوں کے گرداب میں چھوڑ گئیں۔ اگلے روز زریں کا موڈ سخت خراب تھا۔ استفسار پہ وہ پھٹ پڑی۔

"کل ہمارے ساتھ تمہارے ہاں کوئی اچھا سلوک نہیں ہوا۔"

"تمہیں سمجھانے کی میں نے اپنی سی سعی کی تھی۔ مگر تم پہ بھی بھوت سوار تھا۔ باتوں باتوں میں میں نے تمہیں کئی بار سمجھانے کی کوشش کی کہ ہمارے ہاں غیر ذات میں شادی نہیں کی جاتی۔ پپا اس معاملے میں کوئی کمپرومائز نہیں کرتے۔ میری قسمت اچھی ہے جو ابھی تک بچی ہوئی ہوں۔ ورنہ ہمارے ہاں کم عمری ہی میں شادی کر دیتے ہیں۔ لڑکیوں کی تعلیم کا کوئی تصور سرے سے ہے ہی نہیں۔ پپا کو بیٹی کی بڑی آرزو تھی۔ شاید مجھ سے اتنی زیادہ نرمی وہ اسی لیے برتتے ہیں۔ مجھ سے محبت اپنی جگہ مگر اصولوں سے بغاوت کرنے والے ان کے دشمن ہوتے ہیں۔ خواہ وہ ان کی عزیز بیٹی ہی کیوں نہ ہو۔" وہ پہلی بار اپنی فیملی کے بارے میں کھل کر بول رہی تھی۔ جس میں زریں کے بہت سارے سوالوں کے جواب تھے۔ "تم مجھے اپنے آنے کے بارے میں بتاتیں تو میں تمہیں روک دیتی۔" اس کا لہجہ معذرت خواہانہ تھا۔ وہ پپا کی مزاج آشنا تھی۔ یقیناً "ان کا رویہ درست نہیں ہو گا۔ اسے پیاری سی دوست کی ناراضگی اور بی جان 'بابا جان کی بے عزتی پہ ندامت ہونے لگی۔

"سوری زریں۔ جو کچھ ہوا میں اس کے لیے سخت شرمندہ ہوں۔" وہ حساس فطرت رکھتی تھی۔ مگر زریں بہت غصے میں تھی۔ "ہم صرف اک عرضی لے کر گئے تھے۔ انکار کا سوال ہی نہ تھا کیونکہ بہماز حیدر ون آف دا بیسٹ ہے۔ تمہیں ڈھونڈے سے نہ ملے گا۔ ایسا پارٹنر تمہارے پپا نے بہت انسلٹ کی ہماری۔ آرام و سہولت سے بھی بات ہو سکتی تھی۔ ہمیں یوں ذلیل و خوار تو نہ کرتے۔" ماڈرن ایج میں رہنے کے باوجود تمہارے پپا کی سوچ بہت کنزرویٹو ہے۔"

"شٹ اپ زریں۔ میرے پپا کو برا کہنے کا تم کوئی حق نہیں رکھتیں۔ میں نے تم سے دوستی کی ہے۔ تم سے جڑے لوگوں کی بے عزتی کا لائسنس نہیں دیا۔" کتنی دیر سے وہ اسے سمجھانے کی کوشش کر رہی تھی پھر اس کا ضبط جواب دے گیا۔ وہ کامن روم سے باہر نکل گئی۔ جانتی تھی پپا کو مس بی ہیو نہیں کرنا چاہیے تھا لیکن وہ کیا کر سکتی تھی؟" اپنی سوچوں میں گم چلی جا رہی

تھی کہ سامنے سے آتے بہماز حیدر پہ بھی نظر نہ پڑی۔

"انجان بننے کی عادت نئی ہے یا پرانی؟" وہ سائیڈ سے گزرنے لگی تو وہ عین نگاہوں کے سامنے آکر ظاہر سے گویا ہوا۔ اسے غیر متوقع طور پہ سامنے دیکھ کر وہ ٹھٹک گئی۔ جبکہ نظر اندازی کے اس عظیم مظاہرے پہ بلا کے خود سر و خود پسند بہماز حیدر کے اندر ایک آگ بھڑک اٹھی تھی۔

"السلام علیکم۔" اس نے سنبھل کر اعتماد سے سلامتی بھیجی۔

"والسلام شکر ہے آپ تو آداب سے واقف ہیں۔ ورنہ آپ کے بڑوں نے تو کوئی کمی بھی نہیں چھوڑی تھی۔" وہ ایک دم سے لب بھینچ گئی۔ وہ ان کجوں اندازی کی عادی نہیں تھی۔ آج تک کسی کلاس فیلو نے اس کی شخصیت کے گرد مضبوط حصار کو توڑنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ اس کا لب و لہجہ اتنا سپاٹ اور دوٹوک ہوتا تھا کہ ان کی ہمت جواب دے جاتی تھی۔ بہماز حیدر کو رعایت اس لیے حاصل تھی کہ وہ اس کی عزیز دوست کا بھائی تھا۔

"زریں نے بتایا تو ہو گا آپ کے گھر میں ہماری کتنی عزت افزائی ہوئی؟" اس کے مسلسل طنز پہ اس کی صبیح پیشانی پہ ناگواری کی لکیریں گہری ہونے لگیں۔ جنہیں اس نے مٹانے کی بالکل بھی کوشش نہیں کی۔

"اگر آپ طنز کی روش چھوڑ کر سیدھے لفظوں میں بات کریں تو مجھے جواب دینے میں آسانی ہو گی۔" اس کے ماتھے پہ نقوش دیکھ کر وہ بھی مسکرا دیا۔ "آپ کے پپا نے صاف انکار کر دیا ہے مگر میں آپ کی رائے جاننا چاہتا ہوں۔ کیا مجھ میں کوئی کمی ہے؟" نیوی بلیو جینز شرٹ میں ملبوس ڈیشنگ شخص پہ اس نے اچٹتی نگاہ ڈالی۔ مقابل کی سنہری آنکھیں غرور کے نشے میں چور اس کی نیلی نگاہوں میں گہری خود پہ نازاں دکھائی دے رہی تھیں۔ نظریں پھیر کر اس نے شدید رنگ بالوں کی لٹ کو شہادت کی انگلی سے پرے کیا۔ الٹے ہاتھ سے ماتھے کو چھپائے سیدھے ہاتھ سے شولڈر پہ لٹکے بیگ کے اسٹرپ پکڑے وہ بڑی پر اعتماد نظر آ رہی

خواتین ڈائجسٹ پبلی کیشنز
کی ایک خوبصورت پیشکش
نامور مصنفہ رضیہ جمیل
کا "ساگر دریا بادل بوند"
کے بعد مشہور معروف ناول
اک گھروندہ برف کا
اب کتابی شکل میں شائع ہو گیا ہے
☆ خوبصورت سرورق
☆ مضبوط جلد
☆ آفسٹ پیپر
قیمت صرف =/300 روپے
کتاب منگوانے کے لیے
آج ہی =/330 روپے
کا منی آرڈر یا بینک ڈرافٹ
ارسال فرمائیں۔
ملنے کا پتا
مکتبہ عمران ڈائجسٹ
37 اردو بازار کراچی

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

تھی۔ یماز حیدر کے اندر اسے پانے کی لگن جنون کا روپ دھارتی جا رہی تھی۔ اس کی بے نیازی خاطر میں نہ لانے والی ادا اسے ذرا نہیں بھا رہی تھی۔

"میری رائے پپا سے مختلف نہیں۔ پپا کا فیصلہ میرا فیصلہ ہے۔ وِش آل۔" جملہ مکمل کر کے وہ رکی نہیں اور یماز حیدر اس کے انداز پہ جل بھن گیا۔

کچھ ہی دن بعد اسے پھر معلوم ہوا کہ یماز حیدر، ئی جان اور بابا جان ایک بار پھر پروپوزل لے کر آئے ہیں۔ ان کی دوبارہ آمد پہ پپا مشکوک ہو گئے تھے۔ جبھی رات پپا اور بھیا کی عدالت میں پہلی بار اس کی پیشی ہوئی۔

"کشش تم نے کبھی ہمیں شکایت کا موقع نہیں دیا۔ کبھی ہماری عزت اچھالنے کی جرات نہیں کی۔ اسی لئے جب تم نے یونیورسٹی میں پڑھنے کی خواہش کا اظہار کیا تو ہم نے اجازت دے دی۔ تمہیں یاد ہے ناں ہم نے تمہیں یہ کہہ کر یونیورسٹی بھیجا تھا کہ ہمیں شرمندہ نہ کرنا۔ کبھی کوئی ایسا کام نہ کرنا کہ ہمیں تمہاری پیدائش پہ افسوس ہونے لگے۔"

"جی پپا مجھے سب یاد ہے۔"

"پھر انکار کے باوجود یماز حیدر اور اس کے گھر والے دوبارہ کیوں آئے؟" وہ اس سوال کا جواب کیا دیتی سو چپ رہی۔

"کیا تم یماز حیدر کو چاہتی ہو؟" پپا کے ڈنگ لہجے نے اس کے ہاتھوں کو نم کر دیا۔ شرم سے گر جانے کا مقام تھا۔

"یماز حیدر یہ تم مجھے کس مقام تک لے آئے؟" اس نے دکھ سے سوچا اور جلدی سے ان کا شک دور کیا ورنہ شاید شک یقین میں ڈھل جاتا۔ باپ بھائی کی عدالت سے رہا ہوئی تو اپنا آپ مجرم لگنے لگا۔ مظلوم کو جب تک باعزت بری نہ کیا جائے وہ خود سے بھی شرمندہ رہتا ہے۔ اس کی بھی یہی حالت تھی۔

"ضرور کچھ گڑبڑ ہے۔ ورنہ ایک بار کی بے عزتی کے بعد دوبارہ بے عزت ہونا کون پسند کرتا ہے۔" ناز بھابھی کی کھوجتی نظروں نے دور تک دیکھا۔ مجرم نہ ہوتے ہوئے بھی اسے شک کی نگاہ سے دیکھا جا رہا تھا۔ پپا بھیا کی ٹٹولتی نظریں اٹھتیں تو اس کے قدم لڑکھڑا جاتے۔ ناز بھابھی کی ہنسی اڑاتی آنکھیں۔ جی کو جلانے والے انداز اذیت سے دوچار کر رہے تھے۔ بس ایک ماما کی آغوش تھی جس میں سر رکھ کر وہ گھٹ کر رو لیتی تھی۔

☼ ☼ ☼

"کشش میں جانتا ہوں آپ مجھے ناپسند نہیں کرتیں۔ آپ کے پپا اچھا نہیں کر رہے ہیں۔" یماز حیدر نے پھر راستہ روک لیا۔ غم و غصے جھنجلاہٹ نے اس پہ ایک ساتھ یلغار کر دی۔ وہ جتنا دامن بچا رہی تھی وہ خودرو کانٹے کی طرح ہر بار اس کا دامن تھام لیتا تھا۔ جب سے آیا تھا اسے اذیت ہی دے رہا تھا۔ چین، سکون، نیند برباد کر کے اس نے تماشا بنا دیا تھا۔ اب بھی اس کے انداز پہ وہ آؤٹ آف کنٹرول ہو گئی۔

"بحیثیت انسان ناپسند نہیں کرتی تو آپ کو پسند بھی نہیں کرتی۔ میں چپ تھی کہ آپ کی باتیں برداشت کر رہی تھی تو صرف زریں کے باعث۔ مگر بھاڑ میں جائے ایسی دوستی جس سے ذہنی اذیت ہو۔ کیوں میری راہوں میں آ کر میری زندگی مشکل سے دوچار کر رہے ہیں؟ جب آپ کو جواب مل گیا ہے تو کیوں بار بار مجھے تنگ کر رہے ہیں؟ کبھی جاننے کے خواہش مند ہیں کہ میں آپ کو پسند کرتی ہوں یا نہیں تو سن لیجئے مسٹر یماز حیدر مجھے آپ سخت ناپسند ہیں۔ دنیا لڑکیوں سے بھری پڑی ہے۔ کسی اور کا انتخاب کر لیجئے اور خدارا میری راہوں میں مت آئیے۔" زریں کے بیگانے پن نے غصہ تو پہلے ہی دلا رکھا تھا مزید کسر اس نے پوری کر دی تو وہ چپ نہ رہ سکی۔ بھڑک گئی۔

"میرا ہر راستہ تم پہ ختم ہے۔" یماز حیدر نے بھی جھکنا نہیں سیکھا "مس زوار جانتا ہوں دنیا وجود زن سے بھری پڑی ہے۔ مگر کیا کروں کہ نظر و دل کو تم بھائی ہو میں تم سے محبت کرنے لگا ہوں بے تحاشا۔ پہلے تم میری پسند تھیں اب انا بن گئی ہو۔ میں ان لوگوں کی فہرست میں نہیں ہوں جو دل میں حسرت و یاس کی قبریں بنا کے رکھتے ہیں۔ مجھے آرزوؤں کو مثل گلاب کھلانا آتا

ہے۔ ہمیں گھر سے بے عزت کر کے نکالنے والے تمہارے پپا خود تمہارا ہاتھ مجھے سونپیں گے دیکھ لینا ان نگاہوں سے۔ کشش زوار! تمہیں اپنا نہ بنایا تو اپنا وجود ہی صفحۂ ہستی سے مٹا دوں گا یہ وعدہ رہا یماز حیدر کا تم سے۔" پھر وہ رکا نہیں۔

ایک پل کو اسے ڈر لگا تھا مگر اگلے ہی پل سر جھٹک کے آگے بڑھ گئی۔ تین چار روز خیریت گزرے تو اس کی دھمکی اسے کھوکھلی دھمکی ہی لگی۔ بھیا کو جلدی تھی وہ اسے گیٹ سے تھوڑا آگے ہی ڈراپ کر کے چلے گئے۔ فائل سینے سے لگائے وہ قدم اٹھا رہی تھی۔ "آناً فاناً" تیز رفتار ٹویوٹا کے دروازے کھلے اور بجلی کی سی تیزی سے دو لڑکوں نے اسے اندر کھینچ لیا۔ حواس اس بری طرح ٹھٹھر گئے تھے کہ چیخنے چلانے یا مدد کے لئے پکارنے کا موقع نہ ملا۔ حواس ذرا بحال ہوئے تو اس نے چیخنا شروع کر دیا۔ جس کے نتیجے میں کلوروفوم سے بھیگا رومال اسے ہوش سے بیگانہ کر گیا۔ آنکھ کھلنے پر سامنے چہرے پہ یماز حیدر کو آرام دہ اسٹائل میں بیٹھے دیکھ کر وہ اچھل ہی تو گئی۔

"اغوا۔" یہ لفظ ہی اتنا بھیانک تھا کہ اس کی روح کپکپا گئی۔

"سفر میں کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی؟" کتنا پرسکون انداز تھا اس کا۔

"کیوں لائے ہو مجھے یہاں؟ مجھے گھر جانا ہے۔" وہ سسک اٹھی اور اپنی خواہش پر گھر تو وہ آ گئی تھی خود یماز حیدر اسے ڈراپ کر کے گیا تھا۔ مگر واپسی کی بہت بھاری قیمت چکانا پڑی تھی اسے۔ لڑکی کے ساتھ اس کی عزت و آبرو بھی سفر کرتی ہے۔ یماز حیدر نے اک شرط رکھی تھی کہ اگر وہ صحیح سلامت واپس جانا چاہتی ہے تو اسے اس کی بات ماننی پڑے گی ورنہ اسے یہاں روک رکھ سکتا تھا۔ اس کے پاس اور کوئی راستہ نہیں تھا۔ اس کے آنسو، التجائیں اس کے دل کو موم نہ کر سکیں۔ وہی ہوا جو وہ چاہتا تھا۔ جس کا اس نے انتظام کر رکھا تھا۔ نکاح نامے پہ سائن کرتے وقت وہ پپا اور بھیا سے شرمندہ اس گناہ کی معافی مانگ رہی تھی جو اس نے کیا ہی نہیں تھا۔

صبح کو بھیا چھوڑ کر گئے تھے تو وہ کشش زوار تھی۔ مگر اب کشش یماز بن گئی تھی۔ لمحوں میں جیسے اس نے صدیوں کا سفر کر لیا تھا۔ کتنی کمزور ہوتی ہے عورت مرد جو چاہے وہ بن جاتی ہے۔ بدنام گلیوں میں کہیں ان کی دل لگی کا سامان بن جاتی ہے تو کہیں اپنا نام عورت کے نام کے ساتھ جوڑ کر وہ اس کا مجازی خدا بن بیٹھتا ہے۔ پھر ذائقہ بدلنا ہو تو معصوم بھولی بھالی لڑکیوں کو ورغلا کر دوست بن بیٹھتا ہے۔ کیا کسی غیر محرم سے دوستی جائز ہے؟ مگر مرد صرف اپنے فائدے کی بات سوچتا ہے اسے عورت کے خسارے سے کوئی سروکار نہیں ہوتا۔ اس میں شاید اللہ نے زیاں کا احساس بھی نہیں ڈالا کہ وہ کسی عورت کو روندتا ہے تو اس کے احساسات و جذبات میں کوئی آگ دہک اٹھتی ہے۔

وہ نجانے کب تک روتی رہتی ماما کی آمد نے اسے آنسو پونچھنے پر مجبور کر دیا۔

"کھانا لگ چکا۔ تم نے ابھی تک چینج نہیں کیا؟ طبیعت ٹھیک ہے؟" ستے چہرے کو ماما نے بڑی فکرمندی سے دیکھا تھا۔

"سر میں درد ہے۔" اس نے فوراً بہانہ گھڑ لیا اور سچ بھی تھا۔ یماز حیدر کے عمل نے تو اس کے سارے وجود میں درد بھر دیا تھا۔ اسے جسم پھوڑے کی طرح دکھتا محسوس ہو رہا تھا۔

"اتنی بڑی ہو گئی ہو مگر بچوں کی طرح بیماری میں رونے والی عادت نہ گئی تمہاری۔ میڈیسن لے لیتیں تو اب تک آرام بھی آ جاتا۔ چلو اٹھو تھوڑا سا کچھ کھا لو پھر میڈیسن کی باری آئے گی۔"

"مجھے بالکل بھوک نہیں ہے ماما۔" وہ انکاری تھی۔ دل پہ جبر کر کے ماما کی بات مان بھی لیتی تو ناز بھابھی کی معنی خیز نظریں اسے پھر سے ادھیڑنے لگتیں۔ ماما کھانا کمرے میں لے آئیں۔ لنچ پہ صرف وہ تینوں ہی ہوتی تھیں۔ ناز بھابھی ڈائٹنگ کر رہی تھیں تو ماما کھانا کمرے میں لے آئیں۔ بے حد اصرار پہ اس نے چند نوالے لیے تھے۔ ماما سے اس کی دگرگوں حالت چھپی

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

صفائی وہ جو نظر آئے
پہلا ہی برش فرق دکھائے
سوڈا وائٹ ٹوتھ پیسٹ

...اف اور شفاف بلکہ
...تے دکھتے دانت صرف
...وائٹ ٹوتھ پیسٹ سے

نہ رہ سکی۔ انہوں نے استفسار بھی کیا تو وہ کوئی تسلی بخش جواب نہ دے سکی۔

☼ ☼ ☼

شام نے رات کی باہیں تھام لی تھیں مگر وہ اپنے کمرے میں بند تھی۔ سوچ سوچ کے دماغ میں ٹیسیں اٹھنے لگی تھیں۔ آنے والے وقت کا خوف ذہنی دباؤ نے ہیجان کی شکل اختیار کرلی تھی۔ صبح وہ بخار میں تپ رہی تھی۔ بھیا بھیا آفس جاچکے تھے ماما نے فیملی ڈاکٹر کو کال کر لیا تھا۔ وہ اپنا فرض ادا کر کے جاچکے تھے۔ ماما اسے زبردستی جوس کے ساتھ میڈیسن دے رہی تھیں۔ ناز بھابھی کی کھوجتی نظریں زرد چہرے پہ گڑی تھیں۔ میڈیسن کے زیر اثر نجانے کب تک وہ دنیاوی سوچوں کی یلغار سے بچی رہتی۔ دروازے پہ مسلسل ہونے والی دستک نے اسے شعور کی دنیا میں لا کھڑا کیا۔

"دروازہ کھلا ہے۔" آواز نقاہت سے پر تھی۔

"بی بی آپ کو بڑے صاحب گیسٹ روم میں بلا رہے ہیں۔" ملازمہ چھلاوے کی طرح پیغام رسانی کا فریضہ انجام دے کر جاچکی تھی۔ وہ خود میں اٹھنے کی سکت نہیں پا رہی تھی مگر بابا کا پیغام تھا۔ سو اٹھ کھڑی ہوئی۔ وائٹ کاٹن کا سوٹ شکنوں سے پر تھا۔ زرد چہرہ نقاہت و کمزوری کا اشتہار بنا ہوا تھا۔ الجھے بالوں کو انگلیوں سے سنوار کر کیچر میں مقید کیا۔ وائٹ آرگنزی کا دوپٹہ سر پہ لے کر وہ کمرے سے نکل گئی۔ گھر میں غیر معمولی خاموشی طاری تھی۔ اس کے اندر خود اتنا شور برپا تھا کہ اسے فضا کی خاموشی کا احساس تک نہ ہو سکا۔ وہ حقیقتاً "اپنے حواسوں میں نہیں تھی۔ اس نے ایک لمحے کو نہیں سوچا کہ بابا نے اسے گیسٹ روم میں کیوں بلایا ہے؟ کمرے کے نفیس پردہ ہٹا کر اس نے کمرے میں قدم رکھا تھا۔ سب سے پہلے ناز بھابھی کی استہزائیہ مسکراہٹ پہ اس کی نظریں پڑیں تو چونک گئی۔ ان سے ذرا پرے ماما بے چینی سے اپنی انگلیاں مسل رہی تھیں۔ بے چینی ان کے ہر انداز سے عیاں تھی۔

پھر اس کی نظریں بھیا اور بھابھی کے چہرے پہ پڑی تھیں۔ دونوں کے چہرے پہ ناگوار تاثرات تھے۔ پھر اس کے حواسوں کو کئی ہزار وولٹ کے جھٹکے لگے۔ کلف لگی کڑک زبردست سی ڈریسنگ کے شان سے صوفوں پہ بازو پھیلائے ٹانگ پہ ٹانگ موڑے مسکراتی نظروں سے یماز حیدر اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ وہ ایکدم سے لڑکھڑا گئی۔ بڑھ کے پہ ہاتھ کا دباؤ مزید بڑھ گیا۔ وہ سخت خوفزدہ نظر آرہی تھی۔ بی جان اور بابا جان سر جھکائے بیٹھے تھے۔

"کشش!" بھیا کی دبنگ آواز گونجی وہ تھرا گئی۔

"یماز حیدر جو کہہ رہا ہے کیا وہ درست ہے؟ کیا تم نے اس سے نکاح کر لیا ہے؟" اس گھڑی بھیا کا چہرہ سپاٹ تھا۔ محبت کی چادر اٹھ چکی تھی۔ وہ لب بھینچ کے رہ گئی۔ وہ جس وقت سے ہول رہی تھی وہ آپہنچا تھا۔

"حضور نکاح نامہ آپ کے سامنے ہے۔ پھر بھی اس قسم کا سوال؟ غور سے دیکھ لیں اس میں کل کی تاریخ درج ہے۔" کیسی فتح مندی تھی یماز حیدر کے انگ انگ میں مسکراکر وہ مسلسل انہیں چڑا رہا تھا۔ ان کی بے بسی کا مذاق اڑا رہا تھا۔

"تم اپنا منہ بند رکھو۔" بھیا غرائے۔ اس نے جھٹ لبوں پہ انگلیاں رکھ لیں۔ اس کے انداز پر بھیا آپے سے باہر ہو گئے بابا نے تنبیہہ کرنے کے انداز سے انگلی اٹھا کر انہیں خاموش رہنے کو کہا۔

"میں نے تم سے کچھ پوچھا ہے کشش۔" بھیا کے لب و لہجے میں بے حد اجنبیت تھی۔ سب کی نظریں اس کے کپکپاتے وجود پہ جمی تھیں۔ اس کا جی چاہا یہاں سے کہیں دور بھاگ جائے۔

"جواب دو کشش۔" بھیا کی خشک آواز ہراساں کر گئی۔

"ذرا تحمل سے شارق۔" ماما نے جیسے التجا کی۔ بی بی یوں عدالت میں دیکھ کر ان کا جی گھبرا رہا تھا۔ کل اس کی دگرگوں حالت ان کے سامنے تھی۔ وہ دعا کر رہی تھیں کہ کشش انکار کردے کہ یماز حیدر جو کہ…

ہے جھوٹ ہے۔

"وکشش ہمارا ضبط مت آزماؤ۔" اس کی خاموشی بھا کو ڈرا رہی تھی۔ انہیں امید تھی عزیز بیٹی انکار کر دے گی اور پھر وہ یماز حیدر کا وجود صفحۂ ہستی سے مٹا دیں گے۔ جو ان کی انا اور اصولوں کو رولنا چاہ رہا تھا۔

"بھا کل جب بھیا مجھے چھوڑ۔۔۔"

"صرف یہ بتاؤ نکاح ہو چکا ہے۔" بھا نے بات کاٹی۔

"میں وہی بتانے جا رہی ہوں کہ کل۔"

"صرف ہاں یا نہیں۔" اس کا حوصلہ بکھرتا جا رہا تھا صفائی کا موقع دیے بغیر بھا برہم ہو رہے تھے۔

"آپ میری بات تو سن لیں۔" روہانسی ہو گئی۔

"کوئی فائدہ نہیں ہے انہیں کچھ سنانے کا میں اک گھنٹے سے انہیں کہہ رہا ہوں کہ کل ہم نے گواہوں کی موجودگی میں ایجاب و قبول کا فریضہ انجام دیا ہے۔" وہ آنکھیں پھاڑے یماز حیدر کو گھور رہی تھی۔ اس کا انداز کتنی غلط کہانی کا عنوان درج کر رہا تھا۔ اس کا انداز یہ ثابت کر رہا تھا کہ اس عمل میں وہ برابر کی حصے دار ہے۔ اس نے بات کچھ اس انداز میں کی تھی کہ بھا اور بھیا کی انا پہ بن آئی تھی۔ وہ کشش کے منہ سے انکار سننے کے خواہشمند تھے۔ اس کا بس چلتا اس کے خوب صورت چہرے پہ تھپڑوں کی بارش کر دے۔ سرعام کوڑے لگائے سنگسار کر دے۔

"یماز خدارا تم تو چپ کرو۔" بی جان نے ناگواری سے کہا۔ وہ لاپرواہی سے پیر جھلاتا رہا۔

"زوار صاحب بات سہولت سے بھی کی جا سکتی ہے۔"

"وہ کل پلیز چپ رہیں، ورنہ بات بڑھ جائے گی۔ آپ کے بیٹے نے تو سہولت ہی برتی ہے۔" بھیا اشتعال میں آ گئے۔

"تمہیں میرے بابا جان سے اس طرح بات کرنے کا کوئی حق نہیں۔" یماز بھڑک گیا۔

"بخت منہ بند رکھو نا۔ جو کچھ تم نے کیا ہے اس کے بعد تمہیں پھولوں کے ہار تو پہنانے سے رہے۔" بابا جان نے الٹا اسے ہی ڈانٹ دیا۔ بھا کا ضبط جواب دے رہا تھا۔

"وکشش ہاں یا نہ۔" بھا کی بے اعتنائی اس کے وجود کو منتشر کر رہی تھی۔ ہمت کر کے بولی۔

"بھا نکاح ہو چکا ہے لیکن۔۔۔"

"بس۔" بھا نے ہاتھ اٹھا کر روک دیا۔ ہمت و حوصلے جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔

"حیدر صاحب آپ اپنی بہو کو لے جا سکتے ہیں۔ آپ اور آپ لوگوں سے جڑے کسی بھی شخص کو دوبارہ ہمارے گھر آنے کی اجازت نہیں۔ بالفرض ایسا ہوا تو ہمیں الزام مت دیجیے گا۔ باقی لوگوں سے ہمارا کوئی رشتہ نہیں ہے۔" بھا کے سرد سپاٹ لہجے نے ماحول کو اپنے حصار میں لے لیا۔ ماما التجائیہ انداز میں بیٹے اور شوہر کو دیکھ رہی تھیں۔

"زوار صاحب پلیز ایسے فیصلے مت کیجیے۔ یہ آپ کی بیٹی ہے۔" بابا جان نے بھا سے درخواست کی۔ اس کی دگرگوں حالت انہیں دکھ دے رہی تھی۔ ماما نے بھی بیٹی کے حق میں آواز اٹھائی۔

"جو لڑکی ہمارے رسم رواج کو رول دے وہ ہماری بیٹی نہیں ہو سکتی۔ کاش کہ ہم نے اس کی پیدائش پہ اس کا گلا دبا دیا ہوتا تو آج یوں پچھتانا نہ ہوتا۔" نفرت بھرے لہجے میں کہہ کر بھا اور بھیا نکل گئے۔ وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے سب دیکھ رہی تھی۔ آن کی آن میں کیسے اس کے گرد بے اعتباری نے آگ لگا دی۔ سینے کے اندر گھٹن بڑھ گئی تھی۔ دھند نے دماغ مفلوج کر رکھا تھا۔ سارے الفاظ اندر ہی گھٹ گئے۔ زمین ہلنے لگی تھی۔ کمرے کی چھت جیسے اس پہ آ گری تھی۔ حواس چھوڑتے اس نے بے تحاشا آنسو بہاتی آنکھوں کو اپنی طرف لپکتے دیکھا تھا۔ پھر اس کا ذہن تاریکی میں ڈوب گیا۔

☼ ☼ ☼

آنکھ کھلتے ہی اس نے خود کو یکسر اجنبی ماحول میں پایا۔

"شکر ہے تم ہوش میں تو آئیں کیسی ہو؟" اس کا ہاتھ تھامے زریں اس کے سامنے تھی۔

"تو کیا یماز حیدر اسے لے آیا؟" یہ خیال بھی اتنا نفرت انگیز تھا کہ اس کی رگیں تن گئیں۔ اس نے جھٹکے سے اپنا ہاتھ زریں کے ہاتھ سے چھڑایا۔ وہ شرمسار نظر آنے لگی۔

"سوری کشش جو بھی ہوا وہ نہیں ہونا چاہیے تھا۔ تمہارے بھا کے باعث میں تم سے ناراض تھی مگر تمہارے ساتھ ایسا کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ بابا جان، بی جان کسی کو یماز بھائی نے اقدام نہیں کیا ہمیں اعلم رکھا۔ مگر جب تمہیں لانے کی بات کے ساتھ نکاح کی اطلاع دی تو دونوں نے انہیں بہت برا بھلا کہا۔ وہ کسی طور تمہیں لانے کو تیار نہ تھے۔ انہیں بھائی پہ غصہ تھا۔ جب وہ اکیلے تمہیں لانے کو اٹھ کھڑے ہوئے تو بابا جان اور بی جان بھی ساتھ چل دیے کہ معاملہ سلجھا آئیں گے۔"

"بند کرو یہ تقریر بھول جاؤ کہ میں تمہاری دوست کشش زوار ہوں۔ یاد رکھو تو صرف اتنا کہ تمہارے جینٹس ون آف واسینٹ بھائی نے میری عزت کا سودا کر کے مجھ سے نکاح نامے سائن کروایا۔ میرے ماں باپ بھائی کے سر جھکا کر مجھے یہاں لے آیا اور اب تم سوچ رہی ہو کہ تمہاری بھاوج بن کر تم لوگوں کو معاف کر دوں گی۔ تم لوگوں نے کشش زوار سے مقابلے کی ٹھانی ہے۔ جینا دوبھر کر دوں گی میں تم لوگوں کا۔" مجھے تہلکے ہوئے چکر آیا تو وہ سر پکڑ کے بیٹھ گئی۔

"مجھے تمہاری کوئی بات بری نہیں لگی۔ تم ہر طرح کا روپ رکھنے کی مجاز ہو۔" زریں ہمدردانہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ وہ اسے حق بجانب گردان رہی تھی۔ احساس و جذبات پہ کاری وار ہو تو بڑے ہوش کا دماغ الٹ سکتا ہے۔ ویتا نے اندر داخل ہوتے ماحول کی سرد فضا کو محسوس کر لیا۔ نظروں ہی نظروں میں اس نے زریں سے استفسار کیا وہ بے چارگی سے لب کچلتی رہی۔

"کئی گھنٹوں کے بعد ہوش میں آئی ہو۔ یہ لیمکس اور جوس لے لو پھر میڈیسن کھلاؤں گی۔ ڈاکٹر ابھی چیک اپ کر کے گیا ہے بہت کمزور ہو تم۔" ویتا نے دوستانہ انداز میں ٹرے بیڈ پہ رکھ کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کی زرد رنگت پہ انہیں نئے سرے سے یماز پہ غصہ آیا۔

"تو شاباش۔" ویتا نے فریش جوس کا گلاس اس کے لبوں سے لگا دیا۔ وہ گلاس دور پھینک دینا چاہتی تھی۔ زریں کی طرح اسے بھی کھری کھری سنانے کا ارادہ رکھتی تھی مگر اس کے چہرے پہ درج تاثرات نے زبان تالو سے لگا دی۔ چند سپ لے کر اس نے گلاس پرے رکھ دیا۔

"وکشش جو ہوا اس پہ ہم جتنی بھی معافی مانگیں کم ہے۔ یماز کی حرکت ہمیں بھی بری لگی ہے۔ ہماری دلی آرزو تھی تم اس کے نام سے جڑ کر ہمارے درمیان آؤ۔ مگر اس طرح ہم نے کبھی نہیں چاہا۔ تم یہ مت سمجھنا کہ یماز ہمارا ہے تو ہم اس کی طرفداری کریں گے۔ بابا جان بی جان حدید' میں زریں ہم سب تمہارے ساتھ ہیں۔ تم خود کو تنہا مت سمجھنا۔ ہم مزید یماز کو تمہارے ساتھ ناانصافی نہیں کرنے دیں گے۔" ویتا اسے جھلکتے ہوئے دیکھے سروں میں سمجھا رہی تھی۔ اس کے حلق میں آنسوؤں کا گولا پھنس گیا۔ کوئی بیٹی ایسے رخصت ہوتی ہے باپ کے گھر سے جیسے اس کی رخصتی ہوئی؟ میکا لڑکی کا غرور و فخر ہوتا ہے اور یماز حیدر نے اس سے یہ غرور چھین لیا تھا۔ بھا نے اسے یوں رخصت کیا تھا جیسے لحد میں اتارنے کا ارادہ ہو۔ یماز حیدر کے عمل نے اسے لحد میں تو اتار ہی دیا تھا۔ زریں التجائیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی اور ویتا اسے پیار سے میڈیسن کھلا رہی تھی۔ وہ جانتی تھی جو جنگ اس نے لڑنی ہے اس کے لیے اسے تندرست رہنا بہت ضروری ہے۔

"او ہو! جان دشمن باہوش و حواس ہیں کیا حال ہیں مسز یماز حیدر؟ سسرال میں خوش آمدید۔" وہ اندر داخل ہوا اسے چاق و چوبند دیکھ کر اس کی آنکھیں روشن ہو گئیں۔ وہ اسے بغور دیکھنے لگی۔ بڑے بڑے

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

فاتح جب جنگ جیت کر آتے ہوں گے تو ان کے چہرے پہ بھی جیت کا زعم اسی طرح بکھرا ہوتا ہو گا جیسے اس وقت فتح مندی کے رنگوں نے اس کا چہرہ روشن کر رکھا تھا۔

”تمہاری اس جیت کو میں نے ہار میں تبدیل نہیں کر دیا تو فنا کر دوں گی خود کو۔ میں نے کبھی کسی کی برائی نہیں چاہی مگر تم خود مجھے گھسیٹ لائے۔ اب تو چین اسی وقت آئے گا جب تمہارے چہرے پہ ہار دیکھوں گی۔“ اس کے اندر اک آگ جل اٹھی تھی۔

☼ ☼ ☼

بی جان کافی دیر اس کے پاس بیٹھی رہی تھیں بے حد معذرت خواہانہ انداز تھا ان کا۔ بابا جان، حدید تک نے اس سے شرمساری کا اظہار کیا تھا۔ یماز کی حرکت پہ برہم تھے۔ اس کے خیر خواہ تھے اور وہ۔ جس نے چند گھنٹوں میں طے کیا تھا کہ ان سے بھرپور نفرت کرے گی انہیں چین سے جینے نہیں دے گی۔ ان کی محبت سے ہارنے لگی۔ سب اس سے معافی کے خواستگار تھے۔ مجرم نہ ہونے کے باوجود اور جو مجرم تھا وہ کھلا پھر رہا تھا۔ وہ چاہنے کے باوجود بھی ان سب سے بدتمیزی نہ کر سکی۔ اس لیے کہ ماما نے اس کی گھٹی میں بڑوں سے بدتمیزی کی گن نہیں ڈالے تھے۔ جب وہ سب خود کو مجرم گردان رہے تھے تو ان کو اور شرمندہ کیا کرتی۔

”تو پھر یہ طے پایا یماز حیدر کہ میری نفرت کے تم اکلوتے حقدار ہو۔“ وہ کارنس پہ پڑی اس کی بڑی سی تصویر کو نفرت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

”یہ چند سوٹ تمہارے لیے منگوائے ہیں۔“ ربا نے چند ملبوسات اس کے سامنے کیے۔ باقی حصہ گول کر گئی کہ بی جان نے یماز حیدر کو بھیج کر منگوائے ہیں۔

”تھینکس تو اب نارمل ہے شاور لے کر چینج کر لو۔“ اپنے حلیے کی ابتری کا اسے بھی احساس تھا سو خاموشی سے واش روم میں چلی گئی۔ گیلے بالوں کو جھٹکتے وہ باہر آئی تو [illegible] منتظر تھی۔ ذریں [illegible] اس کی نظروں سے اوجھل تھی۔ درحقیقت

اسے یماز حیدر کی حرکت پہ شاک لگا تھا۔ عزیز دوست کے ساتھ بھائی کی زبردستی اچھی نہیں لگی۔ گرچہ اس نے نکاح کا ساتھ کافی سنسر کر کے سنایا تھا۔ مگر ہر صاحب دماغ سوچ سکتا ہے کہ ایک لڑکی کہاں مجبور ہو سکتی ہے۔ اس کی انا ”من“ کہاں ہار سکتی ہے۔ پھر کشش کے لفظوں نے اسے یماز حیدر سے مزید برگشتہ کر دیا۔ وہ کشش کو حق بجانب سمجھ رہی تھی۔

رات کے کھانے کے بعد بی جان اک بار پھر اس کے بیڈ روم میں چلی آئیں۔ اسے نکھرے ستھرے حلیے میں دیکھ کر ڈھیروں دعاؤں کے ساتھ نظر اتاری تھی۔

”آپ کے بیٹے کی نظر لگ گئی میں شاخ سے گل کی طرح ٹوٹ کر گر پڑی ہوں اب کس کی نظر لگے گی بی جان؟“ تلخ مسکراہٹ کے ساتھ وہ چپ رہی۔ بی جان نے کہا تھا وہ چاہے تو دوسرے کمرے میں شفٹ ہو سکتی ہے ورنہ یماز کو روم چینج کرنے کو کہہ دیں گی۔ وہ جانتی تھیں اس کے اعصاب پہلے ہی تناؤ کا شکار ہیں۔ سنبھلنے کے لیے تھوڑا وقت درکار تھا۔ جبکہ یماز حیدر مرد تھا اور مرد کو عورت کے سینے کے اندر موجود دل کی پروا نہیں ہوتی۔ اسے اپنے جذبات و احساسات کی فکر رہتی ہے۔ ہو سکتا ہے وہ اس سے۔ زور زبردستی سے بھی دریغ نہ کرے اسی سبب انہوں نے استفسار کیا اور اس کا جواب سن کر متحیر رہ گئیں۔ اس نے بلا جھجک کہا تھا وہ دونوں اسی روم میں رہیں گے۔ بی جان چپ ہو گئیں۔ وہ اس کا بھلا چاہ رہی تھیں جبکہ اس نے انتقام کا روپ دھار لیا تھا۔ بھائی کی بے اعتنائی نے اسے توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ بھائی کی بے اعتباری نے دل میں گھاؤ لگا دیا تھا۔ اسے یہ احساس مارے ڈال رہا تھا کہ جس آنگن میں اس نے بائیس سال گزارے وہی اک پل میں پرایا ہو گیا۔ جن مکینوں کے ساتھ لمحہ لمحہ گزارا انہوں نے ہی بے اعتبار کیا۔ اس کی ذات کی [illegible] مستحکم ہو گئی تھی۔ وہ بے اعتبار ٹھہری تھی۔ اس کے دامن پہ داغ لگ گیا تھا۔ مان، غرور چھن گیا تھا۔ باپ بھائی کی نظروں میں گر گئی تھی۔ کس کی [illegible]

یماز حیدر نے اس کے سر سے اعتبار کی چادر اتار دی تھی اور عورت چادر اتارنے والے کو معاف نہیں کرتی۔

اس نے پل بھر میں اپنی ذات کے ٹکڑوں کو اکٹھا کیا تھا۔ وہ ان بزدل لوگوں میں سے نہیں تھی جو زہر کھا کر یا پھندا ڈال کر زندگی کی تباہی سے نجات حاصل کر لیتے ہیں۔ وہ خودکشی پہ مجبور کرنے والوں میں سے تھی۔ یماز حیدر کے بیڈ روم میں رہنا بھی اسی سلسلے کی کڑی تھی۔ وہ قریب رہ کر بھی دور رہنا چاہتی تھی۔ سمندر بن کر اسے پیاسا رکھنا چاہتی تھی اور پیاس کی طلب اس وقت شدید ہوتی ہے جب سمندر نگاہوں کے سامنے ہو۔ اس وقت تشنگی حد سے سوا ہوتی ہے۔ طلب اور رسد کا یہ کھیل بہت پرانا تھا۔ کشش نے یماز حیدر کو پیاس کا صحرا کر دینے کا ارادہ کر رکھا تھا۔

☼ ☼ ☼

واش روم سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی جو اس بات کا اعلان کر رہی تھی کہ وہ اندر ہے۔ وہ بیڈ پہ بیٹھ گئی۔ چند ثانیے بعد وہ

Do you Love me

گنگناتا ہوا برآمد ہوا۔ اسے بیڈ پہ دیکھ کر اس کی باچھیں کھل گئیں۔

”ہمارے ملن کی پہلی رات ہے۔ میں بیڈ روم میں آیا تو خبر ہوئی کہ ”محترمہ“ غلاف کی لمبائی چوڑائی معلوم کر رہی ہیں سو فریش ہونے چلا گیا۔“ تولیے سے بالوں کو رگڑتے ہوئے اس کا انداز کچھ ایسا تھا جیسے برس ہا برس سے ان کے مابین محبت بھرا تعلق ہو۔ اسے ذرا ملال نہیں تھا اپنے کیے کا۔ اس نے سلگتی نظروں سے اس بے حس شخص کو دیکھا۔ بال رگڑ کر اس نے تولیہ اس کی طرف اچھال دیا۔

”کیا بے ہودگی ہے یہ؟“ وہ بھنچے بھنچے انداز میں چیخی۔

”اب تم مسز بن گئی ہو تو جان لو میں بہت پھیلاوا پھیلانے والا بندہ ہوں۔ تمہیں خوب مصروف رکھوں گا۔ پھر تو میرے بچے تمہیں خود ہی مصروف کر دیں گے۔ خبردار جو تم نے مجھ سے زیادہ انہیں اہمیت دی۔ آخر جان جوکھوں میں ڈال کر حاصل کیا ہے تمہیں۔ اتنا تو حق بنتا ہے میرا۔ تمہارا کیا خیال ہے؟“ اپنے بالوں میں برش کرتے ہوئے وہ اس کا خیال جاننے کا خواہش مند تھا۔ وہ فطری شرم و حیا کو کنٹرول کر کے اس کی فضول گوئی سن رہی تھی۔ ”آپ جاگتے میں بھی غالباً خواب دیکھنے کے عادی ہیں۔“

”بجا فرمایا تم میری آرزوؤں کا خواب ہو اور میں تمہیں جاگتے ہوئے ہی دیکھ رہا ہوں۔“ بلاشبہ وہ لفظوں کا کھلاڑی تھا۔ برش رکھ کر مسکراتے ہوئے پلٹ آیا۔ پھر اس کے مقابل بیٹھ گیا۔ اس وقت وہ گرے شلوار سوٹ میں سنہری آنکھوں میں شوخیاں لیے اسے سخت زہر لگ رہا تھا۔

”اچھی لگ رہی ہو۔ ریڈ کلر کی قسمت جگا دی تم نے سوٹ سلیکٹ کرتے اندازہ نہیں تھا کہ تم ان کپڑوں میں اتنی اچھی لگو گی۔ ایکچولی تم پہلی مسز ہو نا سو کوئی تجربہ نہیں ہے مجھے۔“

”یہ سوٹ آپ لائے ہیں؟“ وہ بھڑک گئی۔ اس نے معصومیت سے سر اثبات میں ہلایا۔

”لو تو بوتیک کی رسید دکھاؤں؟“ اس نے دوپٹہ شانوں سے نوچ کر گولہ بنایا اور یماز حیدر کے منہ پہ دے مارا۔ سوٹ چینج کرنے کے خیال سے تن فن کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ چند قدم ہی چلی تھی کہ جب بیٹھے بیٹھے اس نے اس کی کلائی تھام لی اور اسے اپنی طرف کھینچ لیا۔ اس کی پشت اس کے سینے سے جا لگی۔ اس کے وجود کے گرد دونوں بازو حمائل کر کے شانے پہ ٹھوڑی ٹکاتے سرگوشی کی۔

”میرے لائے کپڑوں سے اتنی نفرت کہ فوراً چینج کرنے اٹھ کھڑی ہوئیں۔“

”چھوڑیں مجھے۔“ اس نے سختی سے کہا۔ حد درجہ قربت اسے حواس باختہ کر رہی تھی۔

”چھڑا لو۔“ اس نے چیلنج کیا وہ اس کی بے چینی پہ محظوظ ہو رہا تھا۔ مارے غصے کے اس نے چہرہ موڑ کر

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

اس کے دائیں شانے پہ دانت گاڑ دیے۔

"ہائے گندی بلی۔" اس کی گرفت خود بخود ڈھیلی پڑ گئی۔ وہ سرعت سے حصار توڑ کر نکل گئی۔

"تمہارے زور لگانے کے اسٹائل سے سمجھتا رہا کہ جوڈو کراٹے میں بلیک بیلٹ لے رکھی ہے کیا خبر تھی بلی کی طرح دانت بھی گاڑ دیتی ہو۔" گریبان کے بٹن کھولتے ہوئے وہ مسلسل بول رہا تھا۔

"جنگلی بلی کس قدر زور سے کاٹا ہے، دیکھو نشان آ گیا ہے۔" کالر ایک سائیڈ سے پیچھے کر کے دکھایا۔ سرخ دائرہ کافی واضح تھا۔ اس پر اچٹتی نگاہ ڈال کر لاپرواہی سے تکیہ جگہ پہ رکھنے لگی۔

"دوبارہ سے ایسی گھٹیا حرکت مت کیجئے گا۔"

"کیوں نہ کروں آخر مسز ہو میری۔" وہ اٹھ کر سائیڈ دراز سے ٹیوب نکال لایا۔

"زخم دیا ہے تو مرہم بھی لگاؤ۔" ٹیوب لے کر وہ اس کے مقابل تھا۔ وہ چند قدم کے فاصلے سے مڑ کر نزدیک آئی۔ پھر ہاتھ بڑھا کر ہتھیلی سے ٹیوب اٹھائی اور واش روم کے دروازے پہ دے ماری۔

"آپ مرنے والے بھی ہوں گے نا اور مجھ سے مسیحائی کی توقع رکھیں گے تب بھی میں آپ کی مسیحا نہیں بنوں گی۔ آپ کو تڑپ تڑپ کر مرتا دیکھوں گی۔ مجھے خدا اختیار دے تو آپ کو ایسی اذیت ناک موت دوں کہ مرنے کے بعد بھی آپ کا بے روح جسم کلبلاتا رہے۔ میرے پاس آنے کی مجھے چھونے کی کوشش مت کیجئے گا۔ گھن آتی ہے مجھے آپ سے آپ کے وجود سے۔ کراہیت ہوتی ہے مجھے آپ کے تصور سے ہی۔ آپ مرد ہیں۔ مجھ سے زیادہ طاقتور ہیں۔ زور بازو حاصل کر سکتے ہیں مجھے، لیکن میں آپ کو بتا دوں مجھے زندگی کی طلب نہیں رہی۔ آپ نے آپ کے عمل نے مجھے نظروں سے نہیں گرایا۔ میری روح کو مار دیا ہے۔ آپ کے سامنے بے روح جسم ہے مجھے اس جسم کی بھی پرواہ نہیں۔ اگر آپ نے اس جسم سے کھیلنا چاہا تو اس میں آگ کی اک نگاہوں کی تپش جسم میرے نام ... لیکن مجھے خبر ہے آپ نہیں چاہیں گے کہ میں خود کو نقصان پہنچاؤں۔ آخر آپ کی جیت کا میڈل ہوں میں۔ میرا وجود سند کی سی حیثیت رکھتا ہے آپ کے لیے۔ آپ نے مجھے کانٹوں بھری راہ گزر پہ میری مرضی کے خلاف گھسیٹا ہے اب نتائج بھی خود بھگتنے گا۔" کتنی نفرت تھی نگاہوں میں کیسی چنگاریاں نکل رہی تھیں نیلی آنکھوں سے سرد روح کو ٹھٹھرا دینے والا لہجہ تھا۔

یماز حیدر ساکت نظروں سے دیکھتا رہا۔ بیڈ کے سرہانے پہ دراز ہو کر سائیڈ لیمپ بجھا کر چادر تان کر کروٹ بدل چکی تھی۔ حد درجہ پر اعتماد انداز تھا اس سے نفرت کا اظہار کر کے اسی کے بیڈروم میں آرام سے دراز تھی۔

✲ ✲ ✲

اس دن سب ولیمہ کا دن طے کر رہے تھے۔ تاکہ سب ہی کو اس شادی کی خبر ہو جائے۔ اس نے سنا تو سٹنگ روم میں چلی گئی۔ سب کی نظریں اس پہ اٹھ گئیں۔

"بی جان میں نے سنا ہے آپ سب ولیمے کی تقریب منعقد کر رہے ہیں؟" وہ بے خوف و خطر استفسار کر رہی تھی۔ انہوں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

"مجھے آپ لوگوں سے ایسی توقع نہیں تھی۔" انداز گستاخی لیے ہوئے تھا۔ یماز حیدر اسے گھورنے لگا۔ سب ہی اس کی ذہنی حالت سے آگاہ تھے سو کسی کو برا نہ لگا۔

"بیٹے یہ ہم خوشی سے نہیں بحالت مجبوری کر رہے ہیں۔ ہمیں خبر ہے ہماری خوشی تمہیں زخموں پہ نمک لگے گی۔ مگر اب تم ہماری بہو ہو۔ تمہارا تعارف لازمی ہے۔" بابا جان نے سمجھانے کی سعی کی۔ وہ تنک گئی۔

"اپنے عزیز و اقارب سے آپ کیا کہہ کر تعارف کروائیں گے میرا؟ یہ بتائیں گے کہ آپ کے ہونہار بیٹے نے کرائے کے غنڈوں سے کڈنیپ کر کے عزت کے نام بلیک میل کر کے مجھ سے نکاح نامے پہ سائن کروایا؟ پھر جیت کا میڈل وصول کرنے میرے

پاس پہنچ گیا۔ میرے والدین کی غیر موجودگی پہ کیا عذر تراشیں گے آپ؟ یہی کہ مر گئے ہیں وہ لوگ اور میں یتیم ہوں؟ اگر آپ لوگ تماشے کے خواہشمند ہیں تو شوق سے ولیمے کی تقریب ارینج کیجئے۔ میں خوب چیخ چیخ کر بتاؤں گی کہ اس شخص نے کیسے میری مجبوریوں کا سودا کیا۔"

اس کے لہجے سے نفرت کی بو آتی، اسے برداشت کرنا از حد مشکل تھا۔ یماز حیدر دنگ رہ گیا تھا۔ اسے ملامتی نظروں سے دیکھ کر وہ کمرے میں چلی گئی تھی۔ یماز حیدر کمرے میں داخل ہوا تو لائیٹ آف ہو چکی تھی۔ کینڈل کی ناکافی روشنی میں کمرہ روشن ہو رہا تھا۔ بیڈ پہ نیم دراز تھی۔ اس کی آمد بھی اس کا انداز ہنوز تھا۔ اس کے پرسکون انداز پہ اس نے بازو سے پکڑ کر اسے اپنی طرف کھینچا۔ "کیا بکواس کر رہی تھیں تم سب کے سامنے۔" وہ بھینچے ہوئے انداز میں چیخا۔

"آپ کی اصل صورت دکھا رہی تھی سب کو۔" اس کی استہزائیہ مسکراہٹ نے یماز کی جان جلا دی۔

"میں بھی دیکھتا ہوں کیسے ولیمہ کی تقریب نہیں ہوتی۔"

"شوق سے ارینج کیجئے۔"

"جب لوگوں کو خبر ہو گی کہ میں نے تمہیں کن ذرائع سے بیوی بنایا ہے تو آپ کی عزت پر بھی حرف آئے گی۔" اس نے بلیک میل کیا۔

"کوئی پرواہ نہیں اب عزت کی فکر نہیں ستاتی۔" اس کا انداز دوبدو تھا۔

"کیوں اذیت دیتی ہو خود کو؟" اس کا خود ترسی کا انداز کچھ کھلنے لگا رہا تھا۔

"تاکہ آپ سب بے چین رہیں۔" کھٹ سے جواب آیا۔

"تم ایسی تو کبھی نہیں تھیں۔ اتنی سخت دل اتنی بے درد۔"

"نیوٹن کا قانون تو پڑھا ہو گا سب عمل کا رد عمل ہے۔ ورنہ میں تو بچپن سے ہی محبت کرتی ہوں۔ نفرت کا جذبہ میرے اندر آپ نے ڈالا ہے اور میں آپ کو وہی لوٹا رہی ہوں۔" اس نے سائیڈ پہ رکھا میگزین اٹھا کر ورق گردانی شروع کر دی۔

"میں نے بھی ہار نہیں مانی کشش۔" اس نے میگزین چھین لیا۔

"تب مان لیں گے۔" وہ جملہ بازی سے باز نہیں آ رہی تھی۔ یماز حیدر کا تپا تپا لہجہ اسے محظوظ کر رہا تھا۔

"کیوں اکڑ رہی ہو اتنا؟ جو شخص تمہارے جملہ حقوق اپنے نام محفوظ کر سکتا ہے وہ تمہیں حاصل کر کے تمہارا غرور خاک میں بھی ملا سکتا ہے۔"

"مجھ کو برتری کا گھمنڈ لاحق ہو گیا ہے یہ شوق بھی پورا کر کے دیکھ لیں کہیں کوئی حسرت باقی نہ رہ جائے۔" جان جلانے والی مسکراہٹ لبوں پہ سجا کر وہ وارڈروب کی طرف بڑھ گئی۔

"اتنی مغرور کیوں ہو رہی ہو تم؟"

"کیوں نہ ہوں۔ جان کی بازی لگا کر حاصل کیا ہے آپ نے میری اہمیت تو خود بخود بڑھ جاتی ہے۔" وہ اس کی حالت سے حظ اٹھا رہی تھی۔

"میری نرمی کا ناجائز فائدہ اٹھا رہی ہو۔ میں دو منٹ میں تمہاری اکڑ نکال دوں گا۔" وہ چل کر اس تک آیا۔ اسے ستون کی طرف دھکیل کر دائیں بائیں اس کے وجود کے گرد ستون پہ ہتھیلیاں رکھ کر فرار کے راستے بند کر دیے۔ اس نے دونوں ہتھیلیاں اس کے سینے پہ رکھ کر پوری قوت سے اسے پیچھے دھکیلنا چاہا مگر اسے ہلا بھی نہ سکی۔ بے بسی کے احساس سے چور ہو کر اس کا کالر نوچ کر کھسوٹ دیا۔ بٹن ٹوٹ کر بکھر گئے۔ وہ استہزائیہ مسکراہٹ لبوں پہ سجائے جیسے کوئی دلچسپ کھیل دیکھ رہا تھا۔ یماز حیدر برتری کے نشے میں چور اس کے چہرے پہ جھکا ہوا تھا۔ اس کی سانسیں رکنے لگی تھیں۔ اس نے اس کی پشت پہ مکوں کی بارش کر دی مگر اس کے فولادی جسم کے آگے بے سود رہے۔ ساری مزاحمت بے کار گئی۔ استحقاق وصول کر کے اس کی نیلی آنکھوں میں جھانک کر رہا تھا۔

"دیکھ لی میری حد؟" حواس بحال کر کے اس نے اس کی چوڑی پشت کو دیکھا وہ ڈور لاک کر رہا تھا اس

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

نے سرعت سے جلتی کینڈل اٹھا کر ہتھیلی اوپر رکھ دی۔ وہ دور لاک کر کے پلٹا تب تک موم بتی کی لو ہتھیلی جلا چکی تھی۔

"مائی گاڈنیس!" اس نے لپک کر موم بتی اس سے لینا چاہا۔

"میرے نزدیک مت آنا عماذ حیدر! جانتی ہوں تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتی مگر خود کو پہنچا سکتی ہوں جس کا عملی مظاہرہ تم دیکھ رہے ہو۔ تم مجھے چھوؤ گے تو میں خود کو جلا لوں گی۔" وہ موم بتی کی لو چہرے کے قریب کر چکی تھی۔ لہجے میں کوئی درندہ غرایا تھا۔ اس کے بڑھتے قدم ساکت رہ گئے تھے۔

"تم پاگل ہو گئی ہو؟" وہ متفکر نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ موم بتی فاصلے پہ رکھے وہ تیار کھڑی تھی اور اگر اس نے پیش قدمی کی تو خود کو جلا لے گی۔ عماذ حیدر کو اس انتہائی اقدام کی توقع نہیں تھی کہ وہ اس سے نفرت کے اظہار کے طور پہ خود کو نقصان پہنچانے سے بھی دریغ نہیں کرے گی۔ غصہ یقیناً" دیوانگی ہے اور کشش زوار اسے کوئی دیوانی ہی لگ رہی تھی۔ کشش نے اس کی دکھتی رگ پہ ہاتھ رکھا تھا۔ وہ اسے نقصان پہنچانے کا ارادہ نہیں رکھتا تھا۔ اس کے ساتھ زبردستی کا خواہاں نہیں تھا مگر وقتی اشتعال نے اس کے حواس چھین لیے تھے اور اب وہ ساکت تھا۔ وہ زور بازو اسے حاصل کر لیتا۔ ہر وقت تو اس کا سایہ نہیں بن سکتا تھا۔ اگر وہ خود کو نقصان پہنچا لیتی تو اس کے ہاتھ کیا بچتا؟ جان جوکھوں میں ڈال کر لوگوں کی باتیں سن کر اسے اپنایا تھا اگر وہی نہ رہتی تو کیا کرتا وہ؟

عماذ حیدر نے نگاہیں اس کے چہرے پہ گاڑ دیں۔ موم بتی کی دلفریب روشنی میں اس کا چہرہ کسی شاعر کا خواب لگ رہا تھا۔ جلی ہتھیلی دکھنے لگی تھی۔ تکلیف کے مارے آنکھوں میں پانی آ گیا تھا مگر وہ سابقہ پوزیشن اختیار کیے کھڑی تھی۔ عماذ حیدر نے فرسٹ ایڈ باکس نکالا اور اس کے سامنے رکھ دی۔ "دوا ہتھیلی پہ لگا لینا۔" پھر دروازہ کھول کر باہر نکل گیا۔ ہتھیلی... نظریں جمائے اس کے لبوں پہ مجروح مسکراہٹ تھی۔

✿ ✿ ✿

دل میسر اور موجود سے بہلتا نہیں
کوئی تو ہو جو میری دسترس سے باہر ہو

عماذ حیدر کی پرسنالٹی کچھ اسی شعر پہ فٹ بیٹھتی تھی۔ کتنی ہی مہ جبین، دلنشیں اس کی راہوں میں دل بچھائے بیٹھی تھیں اور اس کا دل آیا بھی تو کس پہ، بنا دیکھے بنا ملے زرین کی نہایت کشش کے متعلق سن سن کر وہ اسے اچھی لگنے لگی تھی۔ بنا دیکھے وہ اس کی محبت میں گرفتار ہو چکا تھا اور ملنے کے بعد وہ اس کی سوچ پہ پوری اتری تھی۔ سیدھے راستے سے وہ اس کے حصول کا خواہشمند تھا۔ مگر پہلے ہی مرحلے پہ زوار صاحب نے اس کے ارادے کو ٹھیس پہنچائی۔ وہ آرام و سہولت سے عزت نفس مجروح کیے بغیر انکار کر سکتے تھے مگر انہوں نے کوئی لحاظ نہ کیا۔ اس نے پھر بھی ہمت نہ ہاری۔ وہ ایک بار پھر سوالی بن کر گیا اور پہلے سے زیادہ بے عزتی کروا کر لوٹا تھا۔ اس بے حس شخص کشش نے ہمیشہ فتح مندی ہی دیکھی تھی۔ اسے ہار برداشت نہ ہو سکی اور اس نے زبردستی کشش زوار کے جملہ حقوق محفوظ کرا لیے۔ وہ بڑی شان سے گردن اکڑائے زوار صاحب سے "اپنی بیوی" کو لینے گیا تھا۔ اپنے طور پہ وہ جیت گیا تھا مگر کشش زخمی ناگن کی طرح اس کی جیت کو ہار میں بدلنے لگی تھی۔ اسے اپنے بزنس کے سلسلے میں فارن جانا تھا۔ اک مہینے کا ٹور تھا اور اتنے دن وہ کشش کے بغیر رہا تھا۔ قربت تو کبھی نہیں رہی تھی لیکن اس کے وجود کو اپنے بیڈ روم میں دیکھ کے اس کے احساسات خوشگوار ہو جاتے تھے اور اب اتنی دوری اسے پریشان کر رہی تھی وہ اسے ساتھ لے جانا چاہتا تھا بشرطیکہ وہ چلنے کو تیار ہوتی۔

"کیا لاؤں تمہارے لیے؟" جاتے وقت اس نے پوچھا انداز محبت و چاہت سے لبریز تھا۔

"کیا لا سکتے ہیں آپ میرے لیے؟" انداز... تھا۔

"جو تم کہو۔"

"میری کھوئی ہوئی عزت لا سکتے ہیں آپ میری آن انا کو بحال کر سکتے ہیں؟ مجھے میرے گھر والوں کی نظر میں دوبارہ وہی قدر و منزلت دلا سکتے ہیں؟ میرے لیے کچھ لانا ہی چاہتے ہیں تو میرا غرور و فخر لے آئیے جو زندگی کے بازار میں آپ نے مجھ سے چھین لیا۔ آپ دنیا کے قلاش ترین انسان ہیں عماذ حیدر! آپ میری فرمائش پوری نہیں کر سکتے۔" تنک کے بولی وہ ساکت نظروں سے لب بھینچے اسے دیکھتا رہا۔ پھر بھی ماحول کو بہتر کرنے کی غرض سے بولا۔

"ہو سکتا ہے کوئی میم مجھے پھانس لے؟" وہ استہزائیہ مسکراہٹ سجا کر بولی۔

"کاش ایسا پہلے ہو جاتا تو تم سے کم میں تو بچ جاتی۔" اس ٹکڑا توڑ جواب کے بعد اس کے پاس کہنے کو کچھ نہیں بچا تھا۔

✿ ✿ ✿

زندگی پہ جیسے اک جمود طاری ہو گیا تھا۔ رنگ روپ فضاؤں نے بھی کشش کی کھو دی تھی۔ وہ گھٹی بندھی روٹین سے اکتا گئی تھی۔ صبح یونیورسٹی جانا واپس آ کر روم بند کر کے بیٹھے رہنا۔ یہی معمول تھا گھر میں کوئی بھی اسے زبردستی اپنے پاس بیٹھنے کو مجبور نہیں کرتا تھا۔ پہلے ہی سب کے سر جھکے رہتے تھے۔ اس دوران زرین اور اس کے سسرال بھی ہو گئے زرین نے مقدور بھر کوشش کی تھی اسے منانے کی مگر وہ سرد مہر بنی جاتی تھی۔ عماذ حیدر بھی موجود نہیں تھا وہ ہوتا تو شاید اسے جلا جلا کر اس کے جذبہ انتقام کو تسکین ملتی تھی۔ پھر وہ آیا مگر اکیلا نہیں اس کے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی۔

"یہ اینا ہے میری کلاس فیلو تھی۔ اسے پاکستان دیکھنے کا بہت شوق ہے۔ اتفاقاً "ٹمبل" پہ ملاقات ہو گئی تو میں اسے گھر لے آیا۔" اس کا تعارف وہ بہت والہانہ انداز میں کروا رہا تھا۔ کشش کو وہ مہینوں میں پہلے سے زیادہ صحت مند اور خوش باش لگا۔ اس کے اندر وہ عزائم جو کچھ جلنے لگا۔ "دوسروں کو آزار پہنچا کر کیا کوئی اتنا خوش ہوتا ہے؟ ضمیر اسے ملامت نہیں کرتا؟"

"میری پی سی میں ریزرویشن تھی اب جب تم مجھے یہاں لے آئے ہو تو جرمانے کے طور پہ مجھے کراچی دکھاؤ گے۔" اپنے گولڈن براؤن بالوں کو ایک ادا سے جھٹکتے ہوئے ناز سے گویا تھی۔

"منظور ہے۔" عماذ حیدر نے بہت مسکراتے ہوئے جواب دیا تھا۔ اس کی نظریں اینا کے سراپے اور چہرے میں الجھنے لگیں۔ بلیک جینز ریڈ ٹی شرٹ میں یورپین نقش کے ساتھ وہ بہت معصوم لگ رہی تھی۔ وہ فردا" فردا" اینا کو سب سے متعارف کرا رہا تھا۔ وہ جھٹکے سے اٹھ کر اندر چلی گئی تھی۔ اینا نے اس کے بارے میں استفسار کیا تھا جواب میں اس نے کیا کہا تھا وہ سن نہ سکی۔ غصے و جنون کی شدید لہر نے اس کے وجود کو لپیٹ میں لے لیا۔ تھوڑی دیر بعد وہ بیڈ روم میں آیا تو اس کے بڑھتے قدم دہلیز پہ ہی ٹھٹھک گئے۔ لب پہ ہاتھ رکھے وہ کمرے پہ نظریں دوڑا رہا تھا۔ کوئی بھی شے جگہ پہ نہیں تھی۔ یوں لگ رہا تھا کمرے میں اچانک زلزلہ آیا تھا اور ساری چیزیں تہس نہس ہو گئی تھیں۔ وہ تشویش سے اس کے وجود کو ڈھونڈ رہا تھا۔ آنکھوں پہ بازو رکھے وہ دراز تھی۔ وہ وارڈروب کی طرف بڑھ گیا۔ خالی وارڈروب اس کا منہ چڑا رہا تھا۔ سارے کپڑے قالین پہ پڑے تھے۔ اس نے ان میں سے قدرے آرام دہ سوٹ نکالا اور واش روم میں چلا گیا۔

"جب تمہارے پیچھے آگے اینا جیسی حسین لڑکیوں کا ہجوم تھا تو تم نے کیوں مجھے گھسیٹا؟ کیوں مجھ سے میرے بچپن کا آنگن چھین لیا؟ میری ہنسی خوشی اپنے جنون کی بھینٹ چڑھا دی؟ اب جب میں بے بس ہو گئی ہوں تو تم کھل رہے ہو۔ میں تمہیں اتنی آسانی سے جینے نہیں دوں گی عماذ حیدر۔ مجھے بے سکون کیا ہے تو میں تمہیں بے سکون کر دوں گی۔ تمہیں اسی طرح تڑپاؤں گی، جلاؤں گی جس طرح تم میرے ساتھ کر رہے ہو۔ تم دیکھنا میں کس حد تک چلی جاؤں گی کہ

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

"تم خود مجھے اپنے نام سے الگ کرنے میں ایک سیکنڈ نہیں لگاؤ گے۔" اس کا ذہنی توازن جیسے الٹ گیا تھا۔ اس کی بے کلی پہ وہ جیسے پلان بنا رہی تھی۔ اینا کیا آئی تھی گھر میں رونق ہو گئی تھی۔ یماز حیدر ان دنوں سارا وقت اینا کو دے رہا تھا۔ کبھی دونوں کارڈز کھیلتے جیتنے کی بازیاں لگتیں۔ آدھی آدھی رات کو لانگ ڈرائیو پہ نکل جاتے یا آئسکریم کھانے جاتے۔ اینا بے باکی کی حد تک یماز حیدر کے قریب ہوتی تھی۔ کبھی اس کی کسی بات پہ ہنستے ہنستے اس کے شانوں پہ جھول جاتی تو کبھی بے تکلفی سے اس کے پیچھے پہ ہاتھ مار بیٹھتی۔ سارا سارا دن وہ اسے کراچی کی سیر کراتا رہتا۔ پھر آکر بھی سارا وقت اسی کے سنگ بتاتا۔ رات گئے بیڈ روم میں آتا تھا۔ ان دونوں کشش نواز کی طرف دیکھنا اس نے پیچھے چھوڑ دیا تھا۔ وہ سب خود دیکھ رہی تھی مگر چپ تھی۔ اینا کو بطور مہمان سب کچھ دیتے تھے مگر وہ تپتی ہی رہتی تھی۔

"اینا مزید کب تک مہمان رہے گی؟" وہ بی جان کے پاس کچھ دیر بیٹھنے کے خیال سے آئی تھی۔ تبھی اندر سے آتی آواز نے اس کے دستک دیتے ہاتھوں کو ساکت کر دیا۔

"کل پرسوں تک اس کے گروپ کے باقی ممبرز بھی آجائیں گے تو چلی جائے گی۔ کیوں خیریت؟" اندر سے یماز کی آواز آئی۔

"اچھا ہے جو جلدی چلی جائے گی۔ پرائی عورت سے مجھے تمہاری اتنی بے تکلفی ذرا اچھی نہیں لگتی۔ تمہیں خود سوچنا چاہیے شادی شدہ ہو تم۔ جسے زمانے سے چھڑا کر زبردستی اپنایا ہے کیا اس کی محبت ختم ہو گئی ہے جو تم ان تتلیوں کے پیچھے اس کے نقصان کو فراموش کر گئے؟ کیسے کٹی پھر رہی ہے ان دنوں۔ کب تک کرو گے اس کی آزمائش؟ کیا بگاڑا ہے اس معصوم نے تمہارا؟" بی جان ناراضگی بھرے لہجے میں اس سے بولیں تھیں۔ اس کی مسلسل خاموشی نے اس کے اعصاب میں چنگاریاں سلگا دیں۔

اینا اپنے گروپ کے ساتھ دوسرے شہر کو سدھار گئی تھی۔

یماز حیدر آج بہت خوش تھا۔ ان کی فرم نے چیمبر آف کامرس میں دھوم مچادی تھی۔ پچھلے کئی سال سے فرم نقصان میں جا رہی تھی۔ اتنے بڑے بزنس کو سنبھالنا حدید کو مشکل سے دوچار کر گیا تھا۔ بابا جان بھی اب تھکنے لگے تھے۔ تبھی انہوں نے یماز حیدر کو ذمہ داریاں سونپی تھیں۔ امریکہ سے واپسی کی ایک بڑی وجہ یہ بھی تھی۔ اس نے آکر نئے سرے سے پروڈکشن کا جائزہ لیا۔ سب کچھ اپنے طور پہ تبدیل کر دیا۔ اس کی محنت اور اللہ کے کرم سے آج ان کا بزنس ترقی کر رہا تھا۔ بابا جان کو اس کے کام کرنے کے انداز سے خوشی ہوتی تھی۔ وہ دل تھوڑا کرنے والوں میں سے نہیں تھا۔ وہ آخری اسٹیج تک کوشش و لگن کی جستجو کرنے والا تھا۔ بابا جان اس کی محنت و لگن سے متاثر تھے اور جب وقت پڑا تو اس نے ثابت کر دیا کہ وہ واقعی تعریف کے قابل ہے۔ ریکارڈ آرڈر کی خوشخبری جب اس نے بابا جان اور حدید کو دی تو دونوں اس پہ فخر کرنے لگے۔

ریلیکس انداز میں یماز ڈرائیو کرتے وہ سڑک پہ رواں دواں گاڑیوں کو گزرتے دیکھ رہا تھا۔ دفعتاً اسے بجلی چھو گئی۔ ریلیکس انداز پل بھر میں ہوا ہو گیا۔ مسکراتے لب ادھ کھلے رہ گئے جیسے وہ عالم تحیر میں ہوں۔ بلیک سوک تیز رفتار گولی کی طرح اس کے ساتھ چل رہی تھی۔ گردن موڑ کر اس نے فرنٹ سیٹ پر براجمان ہستی کو دیکھا۔ وہ وہی تھی، بالکل وہی۔ وہ شاکڈ رہ گیا تھا کہ بے دھیانی میں بریک پہ جا پڑا۔ ... کے ہارن جب تک چھٹتے وہ بلیک سوک کو روک ... سگنل آن ہو گیا تھا۔ بلیک سوک اس کی نظروں سے دور ہوتی چلی گئی۔

سب سے پہلے لان میں زریں سے مڈ بھیڑ ہوئی۔ وہ سیدھا اس کے پاس آیا۔

"تم اسفند چوہدری کو جانتی ہو؟" بغیر کسی سلام دعا کے وہ باز پرس کر رہا تھا۔ زریں نے حیرت سے یماز حیدر کا سرخ چہرہ دیکھا۔ وہ بہت غصے میں تھا۔

آنکھوں سے بھاگتی برہمی پہ زریں کا دل دھڑک اٹھا۔ غصے کا تو وہ یوں بھی تیز تھا اور اب تو عالم ہی عجیب تھا۔ اس کے لہجے سے کپکپا کر اس نے جھٹ سے سر ہلا دیا۔

"کب سے چل رہا ہے یہ کھیل؟" زریں سے کوئی جواب نہ بن پڑا۔ اس کے ہلے سر کو دیکھتے لمبے ڈگ بھرتا آگے بڑھ گیا۔

"یا اللہ رحم کرنا اب اور ڈرامہ نہ ہو۔" زریں روہانسے لہجے میں کہتی بی جان کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔ اپنے پیچھے ڈور لاک کرتے جیکٹ بیڈ پہ دور اچھال دی۔ ٹائی کی ناٹ کھول کر اسے بھی دور پھینک دیا۔ اسی اثنا میں واش روم کا دروازہ کھلا۔ وہائٹ سوٹ میں بنا دوپٹے کے برآمد ہوئی۔ یماز حیدر نے کسی شکاری کی طرح لپک کر اس کا ہاتھ پکڑا تھا اور کھینچتا ہوا بیڈ پہ دھکیل دیا۔ بھیگے بالوں اور چہرے پہ شفاف بوندیں چمک رہی تھیں۔ وہ بڑی معصوم اور حسین لگ رہی تھی۔ نیلی آنکھیں حیرت سے اس کے چہرے پہ بھٹک رہی تھیں۔ وہ اس کا اشتعال سمجھنے سے قاصر نظر آرہی تھی اور اس کوشش میں خاصی دلفریب لگ رہی تھی۔ یماز حیدر "حسینہ" اپنے حواسوں میں نہیں تھا۔ ویسا ہی جنونی لگ رہا تھا جب اس نے کشش سے نکاح کیا تھا۔

"کیا خوبی ہے اسفند چوہدری میں جو مجھ میں نہیں؟" شانوں کو جکڑے نیلی آنکھوں میں بغور دیکھ رہا تھا۔ سوال اگرچہ غصے میں کیا گیا تھا مگر درد کے پنچھی نے شہری نگاہوں میں پڑاؤ ڈال لیا تھا۔ استفسار ایک لمحے کو اس کے چہرے پہ تحیر کے رنگ کھلے تھے اگلے ہی پل ان رنگوں میں استہزائیہ رنگ نمایاں ہو گیا۔ بڑی بھاری چوٹ پڑی تھی۔ یماز حیدر کے دل پہ۔

"کیوں ملتی تھیں تم اس کے ساتھ؟" شانوں پہ دباؤ بڑھا۔ وہ درد سے دوہری ہو گئی۔ گرم دہکتے ہاتھوں پہ اس کا ٹھنڈا ہاتھ آ پڑا۔ اس کے ہاتھ ہٹانے کی کوشش میں وہ ہلکان ہو رہی تھی۔

"کیوں ملتی ہو تم اس سے؟"

"اینا کے ساتھ آدھی آدھی رات کو گھر لوٹتے تھے اس کے ساتھ بیٹھ کر مووی دیکھی جاتی تھیں۔ سارا سارا دن اسے لیے لیے پھرتے تھے۔ میرے سامنے بے تکلفی کے "عظیم مظاہرے" ہوتے تھے تب تو میں نے آپ سے کچھ نہیں پوچھا تھا تو آپ مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہیں۔"

"میری برابری کرو گی؟" وہ غرایا۔

"ہاں جو آپ کریں گے میں وہی کروں گی۔ مجھے دھوکا دے کر آپ کو عیاشی ہی کرنی تھی تو کیوں مجھ سے میرے اپنے چھین لیے میری راہوں میں کانٹے بچھا کر آپ مجھ سے گل کھلانے کی امید رکھتے ہیں تو یہ آپ کی بھول ہے۔ مجھے نفرت ہے آپ سے اور خود سے اسی صورت پہ مرتے تھے نا آپ جلد ہی میں اس پہ تیزاب چھڑکنے والی ہوں اور یہ مرمریں جسم آپ کو جلد ہی کسی مردے۔۔۔"

"کشش!" غضبناک آواز میں دھاڑ کر اس نے ایک تھپڑ رسید کر دیا۔ اس نے پھر کر اس کا ہاتھ ہٹایا۔

"میں ایسا ہی کروں گی دیکھ لینا۔" خود کو چھڑا کر عجز انداز میں کہا تھا۔ یماز حیدر کو طیش آگیا۔

"میں تمہیں اس لائق بھی نہیں چھوڑوں گا۔ تم میری عزت کو یوں سرعام رسوا کرو اور میں چپ بیٹھ کر تماشا دیکھوں اوے۔"

"میری عزت۔" وہ دل کھول کر ہنسی ذرا پرے روم فریج کی طرف بڑھ گئی۔ جھک کر پانی کی بوتل نکالی اور کارک کھول کر لبوں سے لگا لیا۔

"ابھی میں آپ کی عزت بن گئی۔ مجھے اسفند چوہدری کے ساتھ دیکھ کر آپ کی غیرت جوش میں آ گئی۔ مجھے قدسیہ کو منظور پھر نکاح کے وقت آپ کو احساس تھا میری عزت کا؟ آپ جیسے لوگوں کو کسی کی عزت آبرو کی پروا ہوتی ہے؟" فریج کا دروازہ کھولے وہ اس کی طرف پشت کیے کھڑی تھی۔

"تم بولتی رہو۔ مجھ پہ کچھ اثر نہیں ہو گا۔ آج تو وہی ہو گا جو میں چاہتا ہوں تا کہ تمہیں کسی اسفند کی کمی محسوس نہ ہو۔" وہ آؤٹ آف کنٹرول ہو گیا تھا۔

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

"میں نے آپ کو وارن کیا تھا کہ آپ نے مجھے چھوا تو اچھا نہیں ہوگا۔" اس کا انداز بھی بے لچک تھا۔
"بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔"
"یماز میں آپ کو کہہ رہی ہوں رک جائیں۔ میرے پاس مت آئیں۔" ابھی اس کی بات مکمل بھی نہیں ہوئی تھی کہ اس نے اس کا بازو پکڑ اسے اپنی طرف کھینچا۔
"آج وہی ہوگا جو میں چاہتا ہوں۔" اس کے کچھ کرنے سے پہلے ہی اس نے پشت پہ موڑی کلائی سامنے کی۔ جس میں پھل والی نوک دار چھری چمک رہی تھی۔ جو پانی پینے کے بہانے اس نے فریج کے اندر موجود فروٹ باسکٹ سے نکال لی تھی کہ آج یقیناً فیصلے کی گھڑی تھی۔ ہاتھ میں چھری دیکھ کر وہ اک لمحے کو ٹھٹھکا پھر اس نے پھرتی سے کلائی تھام لی۔ وہ کسی شیرنی کی طرح مزاحمت کر رہی تھی۔
"مجھے چھوڑیں یماز ورنہ میں قتل کر دوں گی آپ کو۔" اس کی فولادی پکڑ سے اس کے بازو میں درد ہونے لگا تھا۔
"کشش یماز دروازہ کھولو کیسا شور ہے اندر کیا کر رہے ہو تم لوگ؟" باہر سے بی جان کی گھبرائی آواز سنائی دی۔
"بھائی پلیز دروازہ کھولیں۔" زریں کی روہانسی آواز آئی۔
"آپ لوگ جائیں یہاں سے۔" وہ جھنجلا کر برس پڑا۔ اس کی گرفت دروازے پہ پڑتی دستک سے کمزور پڑی تھی اور کشش کے لیے اس کی یہ کمزوری سود مند ثابت ہوئی۔ چاہنے کے باوجود وہ تیز چھری اس کے سینے میں نہ اتار سکی تو پھرتی سے چھری والا ہاتھ اس کے قبضے سے نکال کر خود کو مارنا چاہا تب تک وہ سنبھل چکا تھا۔ اس کے ہاتھ دوبارہ قابو کرتے کرتے اس نے اپنے شانے میں چھری گھونپ لی۔ "بے وقوف لڑکی" چھری اس کے ہاتھ سے لے کر پھینکی۔ وائٹ سوٹ کو خون کے فوارے سے سرخ ہوتے دیکھ کر وہ بپھرے سمندر کے جھاگ کی طرح بیٹھتا چلا گیا۔ جنون، غصہ بھاپ کی طرح اڑ گئے۔ متاسف نظروں سے دیکھتے اس کے لڑکھڑاتے وجود کو متاع حیات کی طرح سمیٹ لیا۔ سنہری آنکھوں میں نمی اتر آئی تھی۔ باہر سے مسلسل دروازہ پیٹنے کی آواز کے ساتھ بی جان کی غصیلی آواز آ رہی تھی۔ وہ اپنا آپ چھڑانے کے لیے مزاحمت کر رہی تھی۔ جس کے نتیجے میں خون اور تیزی سے بہہ رہا تھا اس نے اس کی کوشش نظر انداز کر کے اس کے وجود کو اٹھا کر بیڈ پہ لیٹا دیا۔ وہ دروازہ کھولنے کی نیت سے اٹھنے لگا تھا۔ جب کشش نے نیم غنودگی میں اس کی آستین کو تھام کر اس سے کہا۔
"میں نے کہا تھا نا یماز حیدر مجھے چھونے کی کوشش مت کرنا۔" کیسا باور کراتا لہجہ تھا۔ نجانے زخم گہرا تھا یا وہ مارے خوف کے بے ہوش ہو گئی تھی۔ اس نے نرمی سے اس کی مٹھی سے آستین آزاد کرائی۔ پھر اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔
"بہرے ہو گئے تھے۔ کتنی دیر سے دستک دے رہی ہوں۔ یہ کشش کو کیا ہوا؟" بکتی جھکتی بی جان کی نگاہ کشش کے بے جان جسم پہ پڑی۔ شانہ خون میں بھیگتا دیکھ کر ٹھٹھک گئیں۔
"بے ہوش ہو گئی ہے۔" حد درجہ مجرمانہ لہجہ تھا۔ بی جان نے روح میں پیوست ہو جانے والی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ سخت شرمندگی سے اس نے موبائل اٹھا کر فیملی ڈاکٹر کا نمبر ملا لیا۔ زریں باقاعدہ رونے لگی تھی۔ یماز حیدر کے لیے یہ صورت حال جان لیوا تھی۔ بی جان مسلسل برا بھلا کہہ رہی تھیں۔ وینا دونوں کو چپ کرانے کی سعی کر رہی تھی۔
"حد ہوتی ہے کسی بات کی۔ ڈاکٹر کو کیوں فون کیا۔ اک ہی بار گلا دبا دو اس کا تمہارے اندر ٹھنڈ پڑ جائے گی۔ جانے کیا بگاڑا ہے بچی نے تجھے تو لگے گی یماز اک ہنستے بستے گھر کو تو نے قبرستان بنا دیا۔ جس گھر میں لڑکی کے زندہ وجود کو مردہ تصور کر لیا جائے وہ گھر قبرستان ہی تو ہے۔ کتنی خواہش تھی ہم سب کی۔ جب یہ ہم سے ملنے آتی تھی ہم سوچتے تھے یہ ہمارے یماز کی دلہن بن کر اس گھر میں اجالا کرے گی اور یہ اس گھر میں آئی بھی

تو کس طرح۔ اس کا بے کل انداز دیکھ کر ڈوب مرنے کو دل چاہتا ہے میرا کہ اس کی بربادی کے ذمہ دار شخص کو میں نے جنم دیا۔ دل بھر گیا ہے اس سے تو جان کیوں نہیں چھوڑ دیتے اس کی؟ کیوں پل پل مار رہے ہو اسے؟ کیسی گلاب جیسی ہوتی تھی۔ تمہاری رفاقت نے سرسوں کا پھول بنا دیا اسے....."
اک خاموش نظر اس نے کشش کے بے جان چہرے پہ ڈالی۔

☼ ☼ ☼

ڈاکٹر جا چکا تھا۔ ہوش و حواس کی دنیا میں قدم رکھتے اس کی نگاہوں نے سب کے متفکر چہروں کو دیکھا۔ اسے ہوش و حواس میں آتے دیکھ کر بی جان شکرانے کے نفل پڑھنے اور صدقہ خیرات دینے اٹھ کھڑی ہوئیں۔ زریں اس کے لیے یخنی بنا رہی تھی۔ کمرے کے سناٹے کے کونے پہ کب سے ایک ہی اسٹائل میں کھڑے وجود میں ہلچل ہوئی۔ آہستگی سے قدم اٹھاتے اس نے بیڈ کی جانب پیش قدمی کی۔ وہ بیڈ کے سرے پہ بیٹھ گیا۔ کتنی ہی دیر اس کی بند پلکوں کی لرزش کو ساکت نظروں سے دیکھتا رہا۔
"اب کیسا محسوس کر رہی ہو۔" تھکے تھکے لہجے میں سرگوشی کی۔ اس نے بے ساختہ آنکھیں کھول دیں۔ وہ بیڈ پہ دراز تھی۔ اس کی حد درجہ قربت محسوس سے انجھتی۔ دلفریب خوشبو اس کے گرد چکر کاٹنے لگی۔ بھد ہرا انداز میں ہولے ہولے گویا ہوا۔
"یہ جانے بغیر کہ میں اپنا سے اتنی بے تکلفی سے کیوں پیش آ رہا ہوں، تم نے جانتے بوجھتے یونیورسٹی فیلو اسفند سے روابط بڑھائے۔ تم اس کی ریپوٹیشن سے واقف تھیں۔ یونیورسٹی میں وہ عیاشی کے باعث پہچان رکھتا ہے۔ بڑے جاگیردار کی اولاد ہے۔ مجھے جلانے، ستانے کو تم نے اس کی پذیرائی کی۔ یہ سوچے بنا کہ تم زیب کی بھی ہو سکتی تھیں۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ مجھ سے انتقام لینے کے لیے تم خود کو بھی داؤ پہ لگا دو گی۔ خود کو تکلیف دینے سے بھی گریز نہیں کرو گی۔ جس کا عملی مظاہرہ تم نے تھوڑی دیر پہلے کیا۔ تمہارا غصہ تمہارا انتقام اگر مجھے قتل کر کے پورا ہو سکتا ہے تو تم بے شک اسی چھری سے جتنے چاہو مجھے زخم لگاؤ میں تمہیں روکوں گا بھی نہیں۔ تم نے ہر سزا اپنے لیے تجویز کی۔ ہر زخم خود کو دیا۔ اپنا سے بے تکلفی صرف تمہاری جلبلی صورت دیکھنے کو تھی۔ اسے میرے ساتھ دیکھ کر تم آگ بگولہ ہو جاتی تھیں تو مجھے اچھا لگتا تھا۔ اک عجیب سی خوشی ہوتی تھی اس دل کو۔ اسی دل کو جس میں تم ہو۔ تمہارے لیے ڈھیر ساری محبت ہے۔ لیکن شاید مجھے محبت کرنی نہیں آتی یا شاید میری محبت میں وہ جنون نہیں جو تمہیں جیت لے۔ تمہیں میں نے بہت چاہا ہے۔ کشش اتنی محبت تو شاید میں خود سے بھی نہیں کرتا۔ زریں کے ہر خط ای میل میں تمہارے متعلق پڑھ پڑھ کے تمہاری محبت کا شکار ہو گیا۔ بنا دیکھے بنا ملے۔ اور جب تمہیں دیکھا تو میرے دل نے کہا۔ "یماز حیدر یہ نیلی آنکھوں والی لڑکی تمہارے لیے بنائی گئی ہے۔" میں نے سیدھے راستے سے تمہیں اپنانا چاہا تھا۔ مگر تمہارے پاپا نے میری انا پہ حملہ کیا اور مجھ سے یہ برداشت نہ ہو سکا۔ زیادہ غصہ مجھے تم پر تھا اگر تم مجھے ٹھنڈے لہجے میں سمجھا دیتیں تو عالم اشتعال میں شاید میں وہ قدم نہ اٹھاتا پھر تم یہاں چلی آئیں حقیقتاً" تمہارے پپا کا جھکا سر مجھے بھی تکلیف دے رہا تھا ان کا آخری فیصلہ گو کہ مجھے برا لگا۔ مگر میں نے سوچ رکھا تھا تمہیں اتنی چاہت دوں گا کہ تم سارے درد کے فاصلوں کو پاٹ لو گی۔ میری محبت کی پھوار تمہیں تاعمر سیراب رکھے گی۔ مگر ایسا کچھ بھی تو نہ ہوا۔ میں تمہیں اپنا دشمن نظر آنے لگا۔ تم مجھ سے بے اعتنائی برتتی رہیں تم نے یہ سوچ لیا تھا کہ میں تمہاری دھمکی سے ڈر گیا ہوں مگر ایسا نہیں تھا۔ میں خود تم سے دور رہا تاکہ تم خود کو سنبھال لو کہ تم نے مجھے اس کا حق نہیں دیا اور آج کے تمہارے عمل سے میرے دل کو بہت تکلیف ہوئی ہے یہ کہہ رہا ہے مجھ سے یماز حیدر تم بہت برے ہو۔ تم نے محبت کو چھیننے کی کوشش نہیں کی۔ بلکہ حاصل کرنے کے چکر میں پڑ

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

گئے۔ اور صحیح تو کہہ رہا ہے یہ میرا انداز تمہیں مجھ سے تنفر کر گیا۔ تم مجھ سے نفرت کرتی ہو اب میرا کوئی عمل تمہیں مجھ سے محبت پہ مجبور نہیں کر سکتا۔ جانتا ہوں میں یماز حیدر بہت برا ہے مگر تمہاری قسم کشش بہت چاہا ہے اس نے تمہیں۔ تمہاری تکلیف پہ وہ خود تڑپ رہا ہے۔ تمہاری چپ اسے دیمک کی طرح کھا رہی ہے۔ وہ آہستہ آہستہ ختم ہو رہا ہے۔ بہت درد ہو رہا ہے اسے۔"

کشش زوار کے آنسو کناروں سے پھسل گئے تھے۔ اس کی بہتی نگاہوں پہ مٹھیاں بھینچے اک دکھ بھری نظر ڈال کر وہ اٹھ گیا۔ پھر بیڈ روم سے باہر نکل گیا۔ ان آنسوؤں کو پوروں پہ چننے کا اسے حق نہیں دیا گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

"کشش اب میں ڈانٹ دوں گی تمہیں۔ چپ چاپ کر کے یہ دلیہ کھاؤ۔" وینا سخت غصے میں اس کی طرف بڑھی تھی۔ زخم ابھی مندمل نہیں ہوا تھا۔ ڈاکٹر روز ڈریسنگ کر رہا تھا اس کی دگرگوں حالت کو آج تیسرا دن تھا۔ میڈیسن تو دور کی بات اس نے منہ میں پانی کی بوند بھی نہ جانے دی تھی۔ بی جان، بابا جان، حدید، زریں، وینا یہاں تک کہ یماز حیدر تک نے اس سے التجا کی تھی۔ مگر وہ ہٹ دھرمی سے اپنے ضد پہ قائم تھی۔ مسلسل تین دن سے وہ سب کی جھڑکیاں سن رہا تھا۔ مگر کمال ضبط سے کام لے رہا تھا۔ وینا کو تو اب کشش پہ غصہ آنے لگا تھا۔ یماز نے چور راستہ اپنایا۔ کشش کو پانے کا اور پانے کے بعد اسے کیا ملا؟ طنز، جھڑکیاں سب کی نفرت اس نے جس کے لیے محبت کا دریا پار کیا۔ وہی جی بھر کے نفرت والا تعلقی کے مظاہرہ کھلے عام کرتی تھی اور وہ ماتھے پہ بل لائے بغیر سب جھیلتا تھا۔ یماز حیدر سب کی نظر میں مظلوم بن گیا تھا۔ وہ ابھی آفس سے آیا تھا کوٹ ہینگر میں ڈالے اس نے کشش کی طرف ایک نظر ڈالی تھی۔ ملگجے سوٹ میں وہ برسوں کی مریضہ لگ رہی تھی۔ اس کی حالت اس مریض کی سی تھی جس کے اندر جینے کی لگن نہ ہو۔

زندگی رہے نہ رہے اسے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ اس کے خیال میں تو یوں فاقہ کرنے سے موت قریب آ رہی تھی۔ کف کے بٹن کھولتے اس نے بیڈ کی طرف قدم بڑھائے۔ پھر فاصلہ رکھ کر بیڈ کے سرے پہ بیٹھ گیا اور ہارے ہوئے لہجے میں بولا۔

"تین دن سے تم نے کچھ نہیں کھایا۔ یہ دلیہ کھالو پلیز۔ اسی وجہ سے تم دوا بھی نہیں لے پا رہی ہو۔ اگر تمہاری یہی حرکتیں رہیں تو زخم کبھی مندمل نہیں ہو گا۔" کشش نے اس پہ اک سلگتی نگاہ ڈالی تھی۔ کیسی باور کراتی نظریں تھیں کہ جسم پہ لگے زخم کی پروا ہے۔ روح پہ لگے زخم دکھائی نہیں دیتے۔ پچھلے تین دنوں سے وہ یہ ہی کر رہی تھی۔ وہ کسی سے کچھ نہیں بول رہی تھی۔

"خود کو سزا دے کر یوں مجھے اذیت مت دو کشش۔ تم مجھے سزا کیوں نہیں دیتیں؟" اس کا لہجہ ظاہر کر رہا تھا کہ وہ اندر سے کتنا منتشر ہے۔ وہ کروٹ بدل کر خاموشی سے لیٹ گئی۔ یماز حیدر نے کرب سے لب چبا لیے۔ کشش کے باعث سب اپ سیٹ تھے۔ سب سے بری حالت خود یماز حیدر کی تھی۔ وہ اپنی ہٹ کی اتنی پکی ہے اسے اندازہ نہیں تھا۔ اسے برسوں کی مریضہ کے روپ میں دیکھ کر وہ خود سے بھی نظریں چرا رہا تھا۔ شکستگی کے موسم نے اس کے وجود کو حصار میں لے لیا تھا۔ اس کے سامنے وہ جان بہت شرمندہ ہیں کی تفسیر نظر آ رہا تھا۔

عورت کوئی بے زبان جانور نہیں جسے مرد جب چاہے حاصل کر لے۔ زور زبردستی سے بے شک وہ اسے جیت سکتا ہے مگر اسی زور زبردستی سے اسے خود سے محبت کرنے پہ مجبور نہیں کر سکتا۔ محبت کے بازار میں زبردستی کے سکے نہیں چلتے۔

☼ ☼ ☼

اسے اسی حالت میں پانچ روز ہو گئے تھے۔ مارے نقاہت کے برا حال تھا۔ چند قدم چلنا دوبھر ہو رہا تھا۔ مگر اسے جیسے کوئی فکر نہیں تھی۔ یماز حیدر نے اس کے

کملائے چہرے کو گردن موڑ کر دیکھا۔ فرنٹ سیٹ کی پشت سے سر ٹکائے آنکھیں موندے وہ بے حد نڈھال لگ رہی تھی۔

"کیا ایسی ہوتی ہے محبت؟" اس کی محبت نے تو کشش کی ساری دلکشی چھین کر اسے ——
—— مریضہ بنا دیا تھا۔ وہ خود کو جتنا لعن طعن کرتا وہ کم تھا۔ کتنی منت مرادوں، التجاؤں کے بعد وہ اس کے ساتھ آئی تھی۔ وہ اسے کہاں لے جا رہا تھا وہ بے خبر تھی۔ اس کے بالآخر ساتھ چلنے پہ وہ اللہ کا شکر ادا کر رہا تھا۔

گاڑی رکے کافی دیر ہو گئی تو اس نے ہولے سے پلکیں وا کی تھیں۔ دھیرے سے گردن موڑ کر اس نے یماز حیدر کی سمت دیکھا تھا۔ وہ مسلسل اسی کو دیکھ رہا تھا۔ کیسی دیوانگی جھانک رہی تھی اس کی آنکھوں سے شکستگی کے رنگوں نے اس کے چہرے پہ ان گنت نشان لگا دیے تھے۔ نظریں پھیر کر اس نے رخ موڑ لیا تھا اور اس عمارت کو دیکھ کر وہ جھٹکے سے یماز حیدر کی طرف گھوم گئی تھی۔ کتنا خوف آ جما تھا اس کی نیلی آنکھوں میں۔ کیسا درد کا ساگر کھول اٹھا تھا اس کے اندر وہ یماز حیدر کو گھورے جا رہی تھی۔

اس کی طرف جھک کر اس نے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھول دیا تھا۔

"جاؤ۔" یہ ایک فقرہ اس نے کتنی دقت سے ادا کیا تھا یہ وہی جانتا تھا۔ کشش نا سمجھی کے عالم میں کبھی اسے اور کبھی اپنے دائیں سائیڈ موجود اونچی عمارت کو تک رہی تھی۔ اس کی حالت اس پنچھی کی سی تھی جو کبھی پنجرے کے کھلے دروازے کو دیکھتی تکتی اور کبھی نیلے آکاش کو۔ پچار وہ اس کے گھر کے سامنے کھڑی تھی۔ اس گھر کے سامنے جس میں اس نے اپنا بچپن گزارا تھا۔ جہاں کے مکینوں سے اس کا خون اور دل دونوں کا رشتہ تھا۔ اور یماز حیدر اسے وہی رشتے لوٹا رہا تھا۔

"ظالم صیاد نے اک بے بس پنچھی کو قید کر لیا یہ سوچے بغیر کہ صیاد کی مضبوط پکڑ سے بے بس پنچھی کا

دم گھٹ سکتا ہے۔ موت بھی واقع ہو سکتی ہے۔ لیکن اب اس ظالم صیاد کو احساس ہو گیا ہے کہ اس کے ہاتھوں کی گرمی سے پنچھی کا دم گھٹنے لگا ہے۔ ظالم صیاد کو اس بے بس پنچھی سے بہت محبت ہے۔ وہ پنچھی کو ہمیشہ اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے مگر پنچھی اس کی وجہ سے مر جائے یہ اس کے دل کو گوارا نہیں لہٰذا ظالم صیاد نے پنچھی کو آزاد کرنے کے بارے میں سوچ لیا ہے۔ بھلے وہ اس کی نظروں سے دور رہے مگر اس کی زندگی کی نوید ظالم صیاد کو پھر بھی خوش رکھے گی۔" دل گرفتگی اس کے لہجے سے عیاں تھی۔

"جاؤ کشش لوٹ جاؤ اپنوں کے درمیاں اس سے پہلے کہ میں پھر سے ظالم بن جاؤں۔ لوٹ جاؤ۔" اس نے اسٹیئرنگ پہ دونوں ہاتھ رکھ کر پیشانی ہاتھوں پہ ٹکا دی۔ کشش نے سپاٹ نظروں سے اس کے ہارے ہوئے انداز کو دیکھا پھر گاڑی سے نکل گئی۔ اپنوں سے ملنے کے احساس نے جیسے اس کے اندر توانائی بھر دی تھی۔ یماز حیدر اس کی پشت کو خاموشی سے دیکھتا رہتا۔ کشش کو دیکھتے ہی واچ مین نے دروازہ کھول دیا۔ پھر وہ اندر چلی گئی۔ اس نے سختی سے آنکھیں میچ لیں۔ دل پہ کاری ضرب پڑی تھی۔ اس کے ہر اٹھتے قدم پہ اس نے سوچا تھا وہ اک بار تو اس مسافر کو مڑ کر دیکھے گی۔ مگر اس نے ایک نظر بھی نہیں ڈالی تھی وہ اسے اندر تک خالی کر گئی تھی۔ گاڑی تیزی سے بیک کر کے وہ اس کی گلیوں سے نکل آیا۔

محبت عادت ہوتی ہے مگر عشق سراسر مجبوری۔ زندگی سبک ندیا کی طرح بہہ رہی تھی پھر جھوم دنیا میں اک طلسمی وجود نے نئی دنیا کی سیر کرائی۔ اس نے طلسمی وجود کو اپنے سنگ باندھ لینا چاہا تھا۔ مگر عشق کے رکھ رکھاؤ زبردستی کو خاطر میں نہیں لاتے۔ عشق کی گلیوں میں بسنے کے لیے راہوں کی دھول بننا پڑتا ہے۔ خودی کا زعم بھلانا پڑتا ہے۔ نیند، چین، سکون، خوشی عشق کی فضاؤں کو دان کیا جاتا ہے اور جب ایسا نہیں ہوتا تو عشق کی آگ سب جلا کر خاکستر کر دیتی ہے۔ تن من میں اگر بتیاں سی سلگتی رہتی ہیں۔ یماز حیدر جس نے

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

جینے کے لیے بساط بچھائی تھی وہ خود بھی ہار گیا تھا اور یہ ہار اسے شکستہ کر گئی تھی۔

❁ ❁ ❁

یہ دولت بھی لے لو یہ شہرت بھی لے لو
بھلے چھین لو مجھ سے میری جوانی
مگر مجھ کو لوٹا دو بچپن کا ساون
وہ کاغذ کی کشتی وہ بارش کا پانی

روش پہ قدم رکھتے اس کے قدم لڑکھڑا رہے تھے جیسے ابھی چلنا سیکھ رہی ہو۔ ارد گرد نظر دوڑاتے اس کی آنکھیں بے تحاشا برس رہی تھیں۔ یوں لگ رہا تھا اسے برسوں بعد قید سے رہائی نصیب ہوئی ہے۔ یہی لان تھا جس میں گر گر کر اس نے چلنا سیکھا تھا۔

"بھیا دیکھیں میں گر گئی۔ میری کہنیاں چھل گئیں۔ بہت درد ہو رہا ہے۔" وہ روتے روتے بھیا سے اپنی تکلیف بیان کر رہی تھی۔ ریڈ چھوٹے چھوٹے فراک میں خود بھی ریڈ ہو رہی تھی۔ بھیا نے اسے سینے سے لگا لیا تھا۔

"کوئی بات نہیں بیٹے میں مرہم لگا دوں گا۔" آج اس کا وجود زخم خوردہ ہو گیا تھا۔ تب تو کہنیاں زخمی ہوئی تھیں اب تو پورا وجود دکھ رہا تھا۔

کڑی دھوپ میں اپنے گھر سے نکلنا
وہ چڑیا وہ بلبل وہ تتلی پکڑنا
وہ گڑیا کی شادی لڑنا جھگڑنا
وہ جھولوں سے گرنا اور گر کے سنبھلنا
وہ ٹوٹی ہوئی چوڑیوں کی نشانی
وہ کاغذ کی کشتی وہ بارش کا پانی

"بھیا! میں کبھی ایسا کام نہیں کروں گی جو آپ کا سر جھکا دے۔ میں آپ کا غرور ہوں نا؟" اس کی اپنی ہی معصوم آواز کی بازگشت بن گئی۔ خاندان کی مخالفت مول لے کر بھیا نے اسے کالج میں ایڈمیشن دلایا تب اس نے ان کے تذبذب بھرے انداز سے کہا تھا اور بھیا کی آنکھیں روشن ہو کر اس پہ ناز کرنے لگی تھیں۔

کبھی ریت کے اونچے ٹیلوں پہ جانا
گھروندے بنانا، بنا کے مٹانا
وہ معصوم چاہت کی تصویر اپنی
وہ خوابوں، کھلونوں کی جاگیر اپنی
نہ دنیا کا غم تھا نہ رشتوں کا بندھن
بڑی خوب صورت تھی وہ زندگانی
وہ کاغذ کی کشتی وہ بارش کا پانی

اس کے وجود میں لرزش طاری تھی۔ یہاں وہاں کتنی یادیں بکھری تھیں۔ کتنا عزیز تھا اسے اپنا گھر اور اسی گھر سے وہ بے اعتبار ہو کر نکلی تھی۔

مگر مجھ کو لوٹا دو بچپن کا ساون
وہ کاغذ کی کشتی وہ بارش کا پانی

اس کا دل مچلنے لگا کہ وہ پھر سے اسی دور میں چلی جائے۔ کوئی ٹائم مشین اسے پچھلی زندگی میں لا کھڑا کرے۔ تب کتنی سہل تھی زندگی ہر غم و فکر سے آزاد۔ چلتے چلتے روش کے اس سرے تک آ گئی جہاں سے اندر کی جانب راستہ مڑتا ہے۔ اچانک بھیا، بھیا، ماما نکل آئیں۔ اس کے قدم لرز کر تھم گئے۔ سر جھک گیا۔ اسے لگا بھیا ابھی اسے دھکے دے کر نکال دیں گے۔ بھیا سرد مہر انداز میں اس کی سماعت میں صور پھونکیں گے کہ "تم ہمارے لیے مر گئی ہو۔" نازک وجود آندھیوں کی زد میں تھا۔ دونوں ہاتھ جوڑ کر اس نے سر اٹھایا۔

"مجھے معاف کر دیں۔ بھیا میری وجہ سے آپ کا غرور خاک میں ملا۔ آپ کی انا کو ٹھیس لگی۔" رخساروں پہ بہتے آنسو، جڑے ہاتھوں رندھے لہجے کو تینوں نے بغور دیکھا تھا۔ ملگجا لباس، اجڑا بکھرا سراپا۔ نقاہت زدہ چہرہ ظاہر کر رہا تھا کہ حوادث زمانہ نے اس کے ساتھ کتنا برا برتاؤ کیا ہے۔ ماما اس کی اجڑی صورت پہ اشکبار تھیں۔ ان سب کی خاموشی اعصاب چٹخا رہی تھی۔

"بھیا مجھے معاف کر دیں۔ بھیا میں نے کچھ نہیں کیا۔ ماما میں ویسی نہیں ہوں جیسا آپ لوگ سمجھتے ہیں۔" اس کے بین سے ماما کا دل پھٹنے لگا تھا۔ بنا کچھ کہے سنے بھیا نے آگے بڑھ کر اسے آغوش میں لے

لیا۔ ان کے سینے سے لگی وہ چیخ چیخ کے رو رہی تھی۔ تڑپ رہی تھی۔

"بھلا کوئی بیٹی کو یوں خود سے جدا کرتا ہے؟ مجھے ایک بار صفائی کا موقع تو دیا ہوتا بے اعتبار کر کے خود سے جدا کر دیا۔"

ہمت رو کر بولا۔ معافی تو ہمیں مانگنی چاہیے گنہگار تو ہم ہیں۔ ہم نے ایک اجنبی کی باتوں کا یقین کیا۔ تمہیں مجرم سمجھا۔ غلطی تو ہم سے ہوئی ہے۔" بھیا نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا۔ آنسوؤں میں روانی آ گئی تھی۔ اس کے سر پہ دوبارہ سے اعتماد کی چادر تن گئی تھی۔ مگر وہ پھر بھی رو رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

اس نے کاریڈور میں قدم رکھا ہی تھا کہ ملازم نے بی جان کے بلاوے کا پیغام دیا۔

"آپ نے بلایا بی جان؟" بی جان بیڈ پہ بیٹھیں تسبیح کے دانے گن رہی تھیں۔ آواز پہ انہوں نے ایک نظر لمبے چوڑے ہینڈسم بیٹے کو بغور دیکھا اور اشارے سے اپنے پاس آنے کو کہا۔ سب بچوں میں انہیں عماز حیدر سے زیادہ محبت تھی۔ وہ شروع سے ان سے دور رہا تھا۔ پہلے کانونٹ ہاسٹل اور پھر امریکہ سدھار گیا تھا۔ بی جان کو اس کی دوری کچھ زیادہ ہی محسوس ہوتی تھی مگر بابا جان عماز حیدر کی خواہش پوری کرنا چاہتے تھے سو بی جان کو دوری سہنا پڑی۔ اب اسی عزیز بیٹے کو بدحال دیکھ کر ان کا دل بیٹھ گیا۔ زرمین سے سن کر کہ وہ کشش کو ساتھ لے گیا ہے اور اب تنہا لوٹا ہے وہ سختی سے باز پرس کرنا چاہتی تھیں۔ پر اب اس کا ادا ہوا انداز دیکھ [illegible] کر گیا۔ ان کی آغوش میں سر رکھ کر وہ قدموں میں بیٹھ گیا۔ بی جان کو وہ چھوٹا سا عماز لگا جو کبھی کوئی شرارت یا غلطی کر گزرتا تھا تو اسی طرح ان کی آغوش میں سر دیے اعتراف کرتا تھا۔

"کشش کہاں ہے عماز؟"

"وہ اپنے اصل کی جانب لوٹ گئی بی جان۔ جانتا ہوں آپ خفا ہوں گی کہ میں بہت من مانی کرنے لگا ہوں۔ آپ کی مرضی کے بنا اسے یہاں لایا اور آپ کے علم میں لائے بنا اسے چھوڑ بھی آیا۔ میں ایسا نہیں کرنا چاہتا تھا بی جان مگر مجھ سے اس کی حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی۔ مجھے سزا دینے کو وہ خود کو اذیت دے رہی تھی۔ خود سے نفرت روا رکھ کر اس نے مجھے ہار پہ مجبور کر دیا۔ میں نے اسے کبھی دکھ دینا نہیں چاہا بی جان کیونکہ اس کے ہر زخم کی تکلیف مجھے ہوتی ہے۔ راتیں وہ جاگتی تھی آنکھیں میری سلگتی تھیں۔ اپنوں سے جدا وہ تھی اور دل میرا ویران تھا۔ زخم وہ خود کو لگاتی تھی درد مجھے ہوتا تھا۔ مانا میں نے اسے غلط راستے سے اپنایا مگر سکون تو میں بھی نہیں تھا۔ میرا چین، سکون اس کی خوشی میں پوشیدہ ہے۔ میں نے سوچا تھا میری محبت اسے جیت لے گی مگر سب خام خیالی۔ اس کی نفرت نے میری محبت کو سسکنے پہ مجبور کر دیا۔ وہ مجھ سے بہت نفرت کرتی ہے بی جان۔ یہاں پر کسی قیدی کی طرح رہتی تھی سو میں اسے چھوڑ آیا۔ مجھ سے اس کی بے بسی دیکھی نہیں جا رہی تھی۔ وہ چلی گئی بی جان اس نے مڑ کر ایک بار بھی میری طرف نہیں دیکھا۔ میں کیسے صحرا ہو رہا ہوں۔ میرا وجود عمر بھری ریت میں تبدیل کر دیا اس کی بے گانگی نے۔ یہ محبت کیوں ہوتی ہے بی جان؟ مجھ جیسے شخص کو لے ڈوبی محبت۔ آپ کا عماز حیدر ہار گیا بی جان دل کشش کے پیچھے۔" [illegible] گرمجوشی سے بی جان کی آغوش بچھ گئی تھی۔ انہوں نے اسے روتے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ آج وہ تڑپ رہا تھا۔ دل پہ پڑتے سنگ ریزوں نے اسے توڑ پھوڑ کے رکھ دیا تھا اور وہ منتشر ہو کر اپنی ہار کا اعتراف کر رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

سر صوفے کی پشت سے ٹکائے وہ لاؤنج میں آنکھیں موندے تنہا بیٹھی تھی۔ پیشانی کی لکیریں ظاہر کر رہی تھیں کہ کسی سوچ میں گم ہے۔ بھیا [illegible] شرمسار بھیا چھوٹی بچی کی طرح اس کا خیال رکھنے لگے تھے۔ ہر دم دلجوئی میں لگے رہتے تھے۔ شانے کا رشتہ طے ہو چکا تھا۔ ناکردہ گناہوں سے باعزت بری ہو کر وہ [illegible]

کی عدالت میں سرخرو ہو گئی تھی۔ "کس وجہ سے بھیا نے اتنی آسانی سے معاف کر دیا؟" اس نے ماما سے استفسار کیا تھا اور ماما کے لبوں سے نکلا ہر لفظ اسے حیران کر گیا۔

"تمہیں لانے سے پہلے عماز حیدر مسلسل چار دن آ رہا تھا پہلے تو تمہارے بھیا نے اسے اندر آنے ہی نہیں دیا۔ شارق نے گریبان تک پکڑ لیا مگر اس نے ہمت نہ ہاری روز چلا آتا۔ اس نے کہا کہ بے شک اسے شوٹ کر دیا جائے مگر پہلے اس کی بات سن لی جائے۔ پھر اس نے تمام احوال سنایا کہ کیسے تمہیں اغوا کیا تمہاری کمزوری سے فائدہ اٹھایا۔ وہ ہر جرم کا اعتراف کر آیا۔ تمہاری پاکدامنی کا اعتراف کیا۔ تمہارے بھیا کے پاؤں تک پکڑ لیے کہ اسے جو چاہیں سزا دیں مگر تمہیں معاف کر دیں۔ تمہارے بھیا بھی کیسی کیسی باتیں برداشت کیں مگر جواب میں ایک لفظ نہ کہا۔ انہیں منانے کے لیے خودی کا ہر احساس ختم کر ڈالا۔ غلطی اگر عماز کی تھی تو تمہارے بھیا کی بھی تھی وہ اگر آسانی سے مان جاتے تو اتنا ہنگامہ نہ ہوتا۔ کیا دیتے ہیں ہمیں یہ فرسودہ رسم و رواج؟ مگر ہم جانتے بوجھتے ان فضول رسم و رواج کی پیروی کرتے چلے آ رہے ہیں۔" ماما کہہ رہی تھیں اور وہ ان کے پاس سے ہٹ گئی تھی۔

"کشش یہ رہا تمہارا شیک پی لو۔" آواز پہ پلکیں وا کرتے ہوئے سیدھی ہو گئی۔ ماما اس کے پاس بیٹھ گئیں۔

"ناز بھابھی میکے سے کب آئیں گی؟"

"یہ تو اس پہ منحصر ہے۔ تمہارے چاچو نے ناز کے لیے شارق کی بات کی تو میں نے معذرت کر لی تھی کہ شارق تمہاری پھپھو کی فریا میں انٹرسٹڈ تھا۔ میں نے آپا سے بات بھی کر لی۔ اسے کیا اعتراض ہو سکتا تھا۔ شارق جیسا داماد اس کی بھی خواہش تھا۔ یوں مجھے ناز کے لیے منع کرنا پڑا۔ لیکن فریا نے جب بھائی کے دوست سے لو میرج کی تو میں نے ناز کو مانگ لیا کہ مجھے بھی اپنی بہن کی بیٹی عزیز تھی۔ شارق نے میرے لیے سر جھکا دیا کہ فریا کی حرکت اسے بھی توڑ گئی تھی۔ یوں ناز اس گھر میں بہو بن کر آ گئی۔ شارق نے اس کے حقوق و فرائض میں کوئی کوتاہی نہیں برتی۔ فریا کو گزرا کل سمجھ کر بھلا دیا۔ مگر ناز کے اندر سے یہ سوچ نہ نکل سکی۔ سیکنڈ چوائس کا خیال اسے ہم سے برگشتہ کر گیا۔ اس نے کبھی ہماری محبتوں کا ریٹرن نہیں دیا۔ روز سوئی کی نوک چبھونا۔ شارق کی برداشت جواب دے گئی تو اسے یہ کہہ کر چھوڑ آیا کہ جب دماغ ٹھکانے آ جائے تو بتا دینا میں لینے آ جاؤں گا۔ مگر مہینہ ہونے کو آیا ہے۔ وہ نہیں لوٹی۔ میں نے دونوں کو سمجھا کر دیکھ لیا ہے۔ غلطی ناز کی ہے۔ شارق کو بچے کی خواہش ہے اور ناز نے عہد کر رکھا ہے کہ کبھی مجھے دادی بننے نہیں دے گی۔ یہ معمولی بات نہیں ہے جس پہ میں شارق کو درگزر کرنے کو کہوں۔ صائمہ نے بھی بیٹی کو سمجھا کر دیکھ لیا ہے۔ دعا کرو اللہ اسے ہدایت دے۔ پتہ نہیں میرے بچوں کو نصیب میں سکھ کیوں نہیں ہے؟" ماما کا لہجہ دلگرفتہ ہو گیا تھا۔

"اس طرح کب تک چلے گا؟ انہیں عدالت تک جانا ہی ہو گا۔ خلع کا نوٹس جلد بھیجنا چاہیے۔ نجات ملے میری بہن کو عماز حیدر سے۔" اسٹڈی سے آتی بھیا کی آواز پہ اس کے قدم لرز گئے۔

"تعلق توڑنے میں کوئی خوبی نہیں ہے شارق۔ تعلق قائم کرنے میں دلیری ہوتی ہے مگر توڑنے میں ایک لمحہ بھی کافی ہوتا ہے۔ پہلے ہی غلطی ہو چکی ہے اب جو کرنا ہے سوچ سمجھ کر کرو۔" ماما بھی اندر تھیں۔ بچی کی دربدری پہ ایک مجبور ماں چپ تھی اب جب بیٹی ناکردہ گناہوں کی سزا بھگت کر لوٹی تو لب کشا ہو گئے۔

"یہ آپ کہہ رہی ہیں ماما؟ دیکھا نہیں تھا جب وہ آئی تھی کیسا حال تھا اس کا۔ کچھ دن اور وہاں رہتی تو مر ہی جاتی۔ میرا دل تو چاہ رہا تھا عماز حیدر کو شوٹ کر دوں۔" بھیا خود غصے میں تھے۔

"جوش میں ہمیشہ غلط فیصلے ہوتے ہیں۔ پہلے اسی جوش کے باعث بہن کو دربدر کیا۔ وہ صفائی میں بولنا چاہتی تھی مگر انا کے چکروں میں پڑ کر اسے دکھوں کے حوالے کر دیا اور اب پھر اسی انا کے لیے عماز حیدر کو

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

شوٹ کرے گی۔ اس کو وہ کرو۔ اس سے اچھی بات کیا ہو سکتی ہے۔" ماما کا انداز تلخی لیے ہوئے تھا۔ پپا ہنوز خاموش تھے۔ ماما نے ہمیشہ ان کی مانی تھی۔ ان کے آگے کبھی زبان نہیں چلائی۔ پپا سیاہ و سفید کے مالک تھے اور جب کشش کے دکھوں کی کہانی رقم ہوئی تو ماما چپ نہ رہ سکیں۔ عورت چپ رہ جاتی ہے مگر ماں چپ نہیں رہتی۔

"ماما بیماز نے غلطی کی مگر تلافی کی بھی پوری کوشش کی۔ بیماز کے بابا جان بی جان نے کئی بار فون کر کے کشش کی خیریت دریافت کی ہے۔ معاف کر دو۔ بیماز کو پہلے ہی بہت تماشا ہو چکا ہے مزید کی گنجائش نہیں ہے۔" ماما اس کا کیس لڑ رہی تھیں۔

"زندگی کشش کو گزارنی ہے۔ اس لیے فیصلے کا اختیار بھی اسے ہی دینا چاہیے۔ کشش جو فیصلہ کرے گی وہ ہم سب کو منظور ہو گا۔" کافی دیر سے خاموش بیٹھے پپا نے جانبداری سے فیصلہ سنایا تو بھیا چپ رہ گئے۔ خلع یا طلاق یافتہ عورت کی ہماری سوسائٹی میں کتنی قدر و قیمت ہے۔ پپا اس سے آشنا تھے۔ سو اب کسی غلطی کو دہرا کر بیٹی کو ناخوش نہیں کر سکتے تھے۔ فیصلے کا اختیار اسے سونپ دیا گیا۔ اب وہ خود سے استفسار کر رہی تھی۔ "میں کیا چاہتی ہوں؟"

"جب تمہیں دیکھا تو میرے دل نے کہا۔ بیماز حیدر یہ نیلی آنکھوں والی لڑکی تمہارے لیے بنائی گئی ہے۔" سناٹے میں آشنا آواز گونجی تھی۔ اس نے گھبرا کر ادھر ادھر نگاہ دوڑائی۔

"تمہارے عمل سے دل میں بہت درد ہو رہا ہے یہ کہہ رہا ہے مجھ سے بیماز حیدر تم بہت برے ہو۔ تم نے محبت کو جیتنے کی کوشش نہیں کی بلکہ حاصل کرنے کے چکر میں پڑ گئے۔" کیسا شکستہ لہجہ تھا۔

"جانتا ہوں میں بیماز حیدر بہت برا ہے مگر تمہاری قسم کشش بہت چاہا ہے اس نے تمہیں۔" کیسا دل پگھلا دینے والا انداز تھا۔ بازگشت بڑھتی گئی تھی۔ تکیہ کانوں پہ رکھے کشش نفی میں سر ہلا رہی تھی۔ اندر نہیں زوروں کی بارش ہو رہی تھی۔

⚝ ⚝ ⚝

سر اٹھا کر اس نے آنے والی ہستی کو دیکھا تھا۔ نگاہوں میں شناسائی کی رمق نہیں تھی۔ سپاٹ نظروں سے وہ اسے دیکھ رہی تھی۔ "پہچانے کو نہیں کہو گی؟" زرین نے خود ہی لب کشائی کی۔ وہ ہنوز خاموش تھی۔ زرین خود ہی اس کے مقابل بیٹھ گئی۔ ادھر ادھر نظر دوڑانے لگی۔

"کبھی گھر میں بے تکلفی سے دندناتی پھرتی تھی تب تم میری بیسٹ فرینڈ تھیں پر اب تم مجھے بہت فاصلے پہ محسوس ہوتی ہو۔ تم نے مجھ سے تعلق توڑ لیا صرف اس لیے کہ میں بیماز حیدر کی بہن ہوں۔ ہاں مجھے اس حقیقت سے انکار نہیں۔ مگر اس رشتے پہ شرمندگی بھی نہیں۔ بھائی نے جو کچھ کیا وہ صرف تمہاری محبت میں جنونی ہو کر کیا تمہارے کھو جانے کے ڈر سے کیا۔ بھائی کی نیت بری نہیں تھی۔ ہوتی تو وہ تمہیں اپنانے کے بجائے حاصل کر کے زمانے کے رحم و کرم پہ چھوڑ دیتے۔ انہوں نے تم سے محبت کی ہے۔ تمہاری نفرت کے باوجود وہ تم ہی سے محبت کرتے رہیں گے آج نہیں تو کل نہیں تا عمر بھلے تم انہیں برا بھلا کہو وہ مگر تم انھیں محبت کرنے سے روک نہیں سکتیں۔ اپنا بھائی مجھے کل بھی عزیز تھا اور آج بھی عزیز ہے۔ لیکن کبھی کبھی احساس ہوتا ہے کاش کہ میں نے تم سے دوستی نہ کی ہوتی کی ہوتی تو بھابی بنانے کی خواہش کو دل میں جگہ نہ دیتی۔ اسی خواہش نے مجھ سے میری عزیز دوست کو چھین لیا۔ میرے بھائی کا چین سکون چھین لیا۔ مجھے تم دونوں پیارے ہو میں خود کو تم دونوں کی مجرم تصور کرتی ہوں۔ میں یہاں ایک دوست کی حیثیت سے نہیں آئی ہوں نہ ہی خود کو تمہاری نند تصور کر رہی ہوں۔ میں یہاں انسانیت کے ناتے تم سے ایک درخواست کرنے آئی ہوں۔ بیماز حیدر کو بچا لو کشش۔ وہ زندہ تو ہے مگر مردوں سے بدتر۔ اسے تمہارے تغافل سے نجات دلا دو ورنہ وہ مر جائے گا۔ وہ تمہارے بنا نہیں رہ سکتا۔

تمہاری ضرورت ہے۔ وہ اکیلا ہے تم بن تمہاری خوشی کے لیے جس دن سے تمہیں یہاں چھوڑ گیا ہے اسی دن سے اس کی زندگی بے رنگ ہو گئی ہے۔ وہ مسکراتا ہے مگر اس کی مسکراہٹ نوحہ ہوتی ہے۔ قہقہہ لگاتا ہے تو آنسوؤں کی نمی صاف محسوس ہوتی ہے۔ پچھلے دنوں ڈپریشن نے نمونیہ کی صورت اختیار کر لی تھی۔ عالم بے ہوشی میں بھی وہ تمہیں پکارتا رہا ہے۔ اس کی سزا ختم کر دو کشش۔" ایک بہن بھائی کی خوشی کے لیے تمہارے آگے گڑگڑا رہی تھی۔ آنسو بہا رہی تھی۔ وہ سپاٹ نظروں سے اسے دیکھتی رہی۔ تھک کے وہ خود ہی لوٹ گئی۔

وہ بالکونی میں کھڑی تھی۔ تبھی ماما نے کارڈلیس اسے تھمایا تھا۔

"تمہاری کال ہے۔" ماما چلی گئی تھیں۔ اس نے کارڈلیس کان سے لگا لیا۔

"ہیلو کشش نور۔" کہتے کہتے اس کے لب جیسے خود بخود ہی ایک دوسرے سے جڑ گئے یوں جیسے اچانک حقیقت پردوں سے نکل آئے۔

"میں تمہاری بی جان بول رہی ہوں کشش۔"

"السلام علیکم۔"

"وعلیکم السلام جیتی رہو۔ کیسی ہو؟" اس کے حلق میں آنسوؤں کا گولہ پھنس گیا۔ خاموشی محسوس کر کے بی جان بولیں۔

"اک مجبور ماں تم سے التجا کر رہی ہے کہ اس کے بیٹے کو معاف کر دو۔ تم صرف اک بار کہہ دو کہ تم نے اسے معاف کر دیا۔ وہ پرسکون ہو جائے گا۔" اک ماں بیٹے کے لیے معافی کی خواستگار تھی اس نے چپکے سے کال ڈسکنیکٹ کر دی۔

⚝ ⚝ ⚝

جنون کی ہوا اپنے سنگ سب بہا لے جاتی ہے۔ بیماز حیدر نے جیتنے کے لیے بساط بچھائی تھی مگر شکستگی کا موسم چھا گیا۔ اس کی منتظر نظریں دروازے پہ جمی رہتی تھیں۔ ہر آہٹ پہ ساعت دل بن کر دھڑک

عمیرہ احمد کا قسط وار
ناول
امر بیل
اب کتابی شکل میں شائع شائع ہوگیا ہے
خوبصورت سرورق، آفسٹ پیپر، مضبوط جلد، خوبصورت چھپائی
قیمت ---- 400/- روپے
ڈاک خرچ ---- 30/- روپے
ملنے کا پتہ:-
مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37 اردو بازار کراچی
فون:- 2216361

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com

احمق تھا۔ اس کی گوشہ نشینی، دیوانگی کو دیکھ کر سب کو لگ رہا تھا وہ جلد ہی پاگل ہونے والا ہے اب بھی اس کی دھڑکنوں میں کشش کے قدموں کی آہٹ گونج رہی تھی۔ نگاہیں منتظر تھیں۔ پلکیں تن گئی تھیں قدموں کی آہٹ تیز ہوتی جا رہی تھی۔ دفعتاً آنکھیں ساکت ہو گئیں۔ پھر سنہری آنکھوں میں جگنوؤں نے ڈیرے جمالیے۔ وہ دشمن دل و جاں کمرے کی دہلیز پہ کھڑی تھی۔ یہ دیکھ کر کہ وہ اسے ہی دیکھ رہا ہے اس کے قدموں میں ہلکی سی لرزش ہوئی پھر اس نے کمرے کے اندر قدم رکھ دیا۔ وہی کمرہ تھا جس میں بڑے دھڑلے سے رہتی رہی تھی۔ مانوس کمرہ اپنے مکین کی طرح اداس لگا۔ کمرے کی ایک ایک چیز اسی جگہ موجود تھی جیسے انہیں کسی نے چھوا بھی نہ ہو۔ طائرانہ نگاہ دوڑا کر اس نے نظریں یماز حیدر پہ جما دیں۔ بھابے نے آج فائنل جواب مانگا تھا وہ چاہتے ہوئے بھی کوئی فیصلہ نہ کر سکی تو اس سے ملنے چلی آئی۔ وہ اسے ہارا ہوا بکھرا ہوا دیکھنے کی تمنائی تھی اور جب وہ اس حال کو پہنچ گیا تو درد بھی اسے ہو رہا تھا۔

"کیا حال ہیں؟" جذبات و احساسات سے عاری عام بے تاثر انداز میں استفسار کیا جیسے کسی راہ چلتے سے استفسار کر رہی ہو۔ اس کی آنکھوں میں بسی محبت کو جیسے اس نے پتھر دے مارا تھا۔ وہ حواسوں میں لوٹ آیا تھا۔ "کیا تم نہیں جانتیں؟" بہت ہولے سے دریافت ہوا۔ شکوے مچلنے لگے تھے۔ وہ کئی لمحے اسے دیکھتی رہی پھر نظر پھیر کر ڈریسنگ ٹیبل کے شیشے پہ انگلی پھیرنے لگی۔

"بھابے نے مجھ پہ فیصلہ چھوڑا ہے کہ میں تم سے خلع لینا چاہتی ہوں یا نہیں؟ یہاں تم سے یہی پوچھنے آئی ہوں کہ تم مجھے طلاق دے رہے ہو یا میں خلع کا نوٹس بھجواؤں؟" بڑے اعتماد سے اس کی آنکھوں میں جھانک رہی تھی۔ یماز حیدر ساکت رہ گیا تھا۔ وہ جس لڑکی پہ چند لمحوں میں خوش گمانی کا محل تعمیر کر لیا تھا وہی محل اس کے وجود پہ آ گرا۔ بدن میں چیونٹیاں سی رینگتی محسوس ہوئیں۔

"طلاق یا خلع کے بعد میں نئے سرے سے اپنی زندگی کی شروعات کروں گی۔ تم نے جواب نہیں دیا۔" اس کی زندگی بے نور کر کے وہ اپنی خوشیوں کی نوید دے رہی تھی۔ اس گھڑی بلا کا غصہ آیا تھا۔

"کتنی بے درد، بے حس لڑکی ہو تم۔ میں نے تمہیں ٹوٹ کر چاہا خودی کا احساس ختم کر ڈالا اور تم... مجھے محبت کرنے لائق ملی بھی تو تم جیسی لڑکی۔ جاؤ کیس دائر کرو میں بھی دیکھتا ہوں تم کیسے مجھ سے چھٹکارا حاصل کرتی ہو۔ بے شک ساری زندگی مجھ سے نفرت کرو مگر میں تمہیں کسی قیمت پہ آزاد نہیں کروں گا۔"

"تم تماشے کے خواہش مند ہو تو ٹھیک ہے۔ خاموشی سے نہ سہی اب کورٹ میں یہ معاملہ نبٹے گا۔" اس کے غصے کو بے تاثر نظروں سے دیکھا اور جملہ مکمل کر کے شان بے نیازی سے واپس مڑنے لگی۔ یماز حیدر نے دو چار قدموں ہی میں اسے جالیا۔ غضبناک انداز میں بازو سے پکڑ کر جھٹکے کے انداز سے دیوار سے لگا دیا۔ خود دونوں ہاتھ اس کے گرد دیوار پہ جمائے شرربار نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ پھر یماز حیدر کا سارا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔ اس کا بدن جل رہا تھا ابھی جب اس نے بازو پکڑا تو اسے احساس ہوا کہ اسے تیز بخار ہے۔ آزادی کے بعد تو اسے کھلتا گلاب ہونا چاہیے تھا مگر وہ آج بھی زرد تھی۔ اس کے گرم وجود کی دہکتی قربت نے یماز حیدر کو کسی قابل نہ چھوڑا۔ چند لمحے وہ اسے دیکھتا رہا۔ پھر اس کی آواز دھیمی سرگوشی میں بدل گئی۔

"اتنی بے درد کیوں ہو تم؟ کتنا پتھر ہے تمہارا دل کہ میری محبت کی گرمی اسے پگھلا نہ سکی؟ تمہیں ترس نہیں آتا مجھ پر؟ میرے حال پر؟ ذرا احساس نہیں کہ ایک ہوش مند شخص تمہارے پیچھے دل گیا۔" وہ سانس روکے کھڑی تھی۔ اس کی بے انتہا قربت پر تپش سرگوشی سلگانے لگی تھی۔

"تمہاری محبت کا گناہ گار ہوں جو چاہو سزا دو مگر تمہاری بے گانگی سہی نہیں جاتی مجھ سے۔ کیوں یوں چھوڑ کر مجھے تنہا؟ کیوں نہیں سوچا کہ یماز حیدر کیسے جیے

ہیں؟ جاتے وقت اک نظر مڑ کر نہیں دیکھا۔ کتنی چوٹ پڑی تھی سینے کے اندر تمہیں خبر ہے؟ حال دیکھا ہے تم نے میرا؟ آپ ٹوٹ رہنے والے یماز حیدر کو جوگی بنا ڈالا تم نے۔ تمہیں میں یاد نہیں آتا؟ تمہارے دل میں مکمل ہونے کی خواہش سر نہیں اٹھاتی؟ تمہارا دل نہیں چاہتا کہ میری محبتوں کی پھوار میں تا عمر بھیگتی رہو کیوں تریاق ہو مجھے؟ کبھی کسی چیز کی طلب نہیں کروں گا میں ایک بار مجھ سے محبت کر لو۔" جنون عشق لفظوں میں آ سمائے تھے۔ فضا سحر زدہ ہو گئی تھی۔ اک لحظے کو اس کے سپاٹ چہرے کو دیکھا پھر استہزائیہ انداز میں مسکرا دیا۔

"جانے کیوں ہر بار تم سے اپنی بے چینیوں کا ذکر کرتا ہوں جانتا بھی ہوں کہ تم پہ کچھ اثر نہیں کرے گا۔ تم بے حس پتھر دل لڑکی ہو جسے کسی کے جذبات و احساسات کی پروا نہیں۔" اس نے پھر اس کا کالر پکڑ لیا۔

"ہاں میں بے حس، بے درد، پتھر دل لڑکی ہوں۔ مجھے کسی کی تکلیف کا کوئی احساس نہیں۔ چپ کیوں ہو گئے کوئی اور پتھر رہ گیا ہو تو وہ بھی مار لیں۔ بڑے محبت کے دعوے دار بنتے ہیں یہ ہوتی ہے محبت؟ ایسی ہوتی ہے محبت کہ محبت کو کانٹوں پہ گھسیٹ لو؟ اس کی آن انا، مان سر عام رول دو؟ بے توقیر ذرے کی طرح بکھیر کر رستے کی دھول بنا دو؟ اگر آپ اسی کو محبت کہتے ہیں تو جان لیجیے کہ یہ محبت نہیں ہے یماز حیدر۔ یہ گیم ہے۔ ہے جسے محبت اور جنگ میں سب جائز ہے کہہ کر آپ جیتنے میں لگے ہوئے تھے۔" یماز حیدر نے کوئی مزاحمت نہیں کی خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

"میری پُرسکون زندگی میں تلاطم برپا کر کے مجھے مجرم بنا رہے ہیں۔ بھابے نے آپ کی انا کو مجروح کیا اور جواب میں آپ نے میرے ساتھ زیادتی کر کے بھابے کا سر جھکا دیا۔ ایک مرد نے دوسرے مرد کو نیچا دکھانے کو عشق ختم بنا ڈالا۔ آپ دو مردوں کی جنگ میں میرا قصور کیا تھا جو میری برسوں کی سانجھی عزت پہ داغ لگا دیا مجھ سے میری آن بان چھین لی میری ذات کا زعم چھین لیا؟ کیا میری کوئی مرضی نہیں تھی؟ میرے دل و احساسات کی آپ نے پروا کی تھی جو میں کرتی؟ میری کوئی عزت، حیثیت نہیں تھی آپ کی نظروں میں۔ بے جان چیز کی طرح آپ نے مجھے استعمال کر لیا۔ یہ سوچے بنا کہ میرے دل کو ٹھیس لگ سکتی ہے۔ یہ سوچے بنا کہ میرے سینے میں بھی ایک دل ہے۔ اس کے بھی ارمان ہیں۔ ایک عورت کو سب سے بڑی گالی لگتی ہے بے اعتبار ہونا اور آپ نے مجھے بے اعتبار کیا۔ بھابھا کے سامنے آپ نے میرا سر نہیں جھکایا میری ذات کا خون بہایا تھا۔ آپ جانتے ہیں آپ کے اس عمل نے مجھے کہیں کا نہیں رکھا۔" کالر مٹھیوں میں بھینچے روتے روتے پیشانی اس کے سینے پہ ٹکا دی۔ ہچکیاں تھمیں جیسے تھک گئی تھی۔ یماز حیدر خاموشی سے اپنے سینے پہ جھکے سر کو دیکھتا رہا۔ وہ کتنی ہی دیر سسکیاں بھرتی رہی۔ پھر اس کی آواز خودکلامی میں ڈھل گئی۔

"تم نے میرے وجود کو کئی حصوں میں منقسم کر دیا ہے یماز حیدر محبت کی تاریخ میں آج تک کسی نے کسی کو اتنی بڑی سزا نہیں دی ہو گی جیسی سزا تم نے مجھے

نجمہ کپور کی کتاب "کھانا خزانہ" کی کامیابی
کے بعد لذیذ کھانوں کی ترکیبیں
انڈین کھانے
نجمہ کپور
قیمت=/250 روپے
ڈاک خرچ=/30 روپے
آج ہی گھر بیٹھے منگوانے کے لیے
=/280 روپے کا منی آرڈر یا ڈرافٹ
ارسال کریں
منگوانے کا پتا
مکتبہ عمران ڈائجسٹ 37 اردو بازار کراچی
فون نمبر 2216361

UrduPhoto.com

دی۔ زریں کی باتوں سے تصوراتی یماز حیدر کا بہت حسین خاکہ بنایا تھا میں نے کیا خبر تھی کہ حقیقت میں تم خود بھی اس خاکے کو تہس نہس کر دو گے۔ بہت اونچے سنگھاسن پہ بٹھایا تھا تمہیں اور تم نے ہی میری بربادی کی داستان رقم کی۔ تو ڑ پھوڑ دیا ہے تم نے مجھے ہے۔" وہ جیسے تھک کر خود ہی خاموش ہو گئی تھی۔ تحیر کے سمندر میں غوطہ زن یماز حیدر اپنے سینے سے لگے سر کو ہی دیکھتا رہا۔ یہ انکشاف کہ وہ بھی اسیر محبت ہے اسے ساکت کر گیا۔ سر اٹھا کر کشش نے اس کی آنکھوں میں جھانکا تھا پھر نظر پھیر گئی۔ کتنے گلے شکوے تھے اس کی آنکھوں میں محبت بھرے دل پہ زور زبردستی کے سنگ برسائے تھے اس نے اور وہ نازک سی لڑکی بکھر گئی تھی ٹوٹ گئی تھی۔ اسے کہتے ہیں محبت دیوانگی ہے۔ یماز حیدر کو وہ کوئی دیوانی ہی لگی تھی۔ جس نے اس کی غلطی پہ ہر زخم اپنے لیے منتخب کیا تھا۔ ہر ستم اپنے لیے تجویز کیا تھا۔ محبت کرنے والے شاید ہر زخم خود کو لگاتے ہیں۔ اس کا کھویا اعتماد بحال ہو گیا تھا۔ بچھڑے رشتے مل گئے تھے مگر پھر بھی کیسی بے نور کھنڈر تھیں آنکھیں کیسی زردی تھی رنگ روپ میں ظالم صیاد کی قید سے رہائی پا کر اسے خوش ہونا چاہیے تھا مگر وہ ناخوش تھی۔ اعتراف کر رہی تھی کہ ظالم صیاد کی پہلے ہی اسیر تھی۔ وہ خود صیاد کی پناہ میں آنا چاہتی تھی مگر صیاد نے زور زبردستی سے کام لے کر اس کے پر کاٹ کر اسے خود سے متنفر کر دیا اور صیاد کی غلطی کی سزا وہ خود کو دیتی رہی کہ اسے صیاد سے محبت تھی۔ یماز حیدر کو وہ کانچ کی گڑیا لگی جو کسی بھی لمحے ٹوٹ کر بکھر سکتی تھی۔ اس کے کمزور ناتواں جسم کو دیکھتے اپنی باہیں وا کرتے اس نے محبت سے چور لہجے میں سرگوشی کی۔

آ تجھے جزو زندگی کر لوں
تو کہیں رائیگاں نہ ہو جائے

نرم گرم تاثر چہرے پہ شرمسار نظریں اقرار کر لینے پہ اصرار کر رہی تھیں۔ کشش زوار اسے ہارتا دیکھنے کی خواہشمند تھی اور جب وہ ہار کی تفسیر نظر آ رہا تھا تو وہ بھی اسے ہو رہا تھا۔ اسے ہارے نہیں دیکھ سکتی

تھی۔ مایوس بھی نہیں کر سکتی تھی کہ وہ بھی اسیر محبت تھی۔ باہیں پھیلائے وہ منتظر تھا۔ لفظوں کی بازگشت اور منتظر باہوں کو اس نے اک نظر دیکھا۔ دوری کی خلیج سرعت سے پاٹتے فراخ سینے میں سماتی چلی گئی۔ سسکی تیز ہو گئی تھی۔ خزگان اک بار پھر پلکوں کی باڑ وہ پھلانگ چکے تھے۔ یماز حیدر ساکت کھڑا سینے کو بھیگتا محسوس کر رہا تھا۔ اس نے سر اٹھا کر نیلی بھیگی آنکھوں سے اس کے انداز کو دیکھا۔ نظروں سے دل کا بھید پا رہو لے سے کہا۔

"تمہیں بکھیرا ہے تو سمیٹوں گا بھی۔ اس وعدے کے ساتھ کہ پھر بھی کوئی زیادتی نہیں ہو گی۔ ابھی تمہیں واپس چھوڑ آؤں گا۔ کہ پورے آن بان سے رخصت کرا سکوں۔ جو کچھ ہوا اسے بھول کر ہم نئی داستان رقم کریں گے۔" اس کی کمر کے گرد بازو حمائل کیے اس کی طرف جھک کر اس کی دھڑکنوں سے محبت باندھ رہا تھا۔ وعدے قسمیں آنچل سے ٹانک رہا تھا۔ اس کی ہر زیادتی در گزر کر کے وہ اپنی اور اس کی خوشیوں کا سامان کرنا چاہتی تھی۔

"مجھے معاف کر دینا تم نے۔ میں نے بہت زیادتی کی تمہارے ساتھ۔" رخساروں کے موتی چننے لگا۔ تمام منظر نکھر گئے تھے۔ تمام گلے مٹ گئے تھے۔ یا موسم دونوں کو مسحور کر رہا تھا۔

"مجھے آپ سے کوئی گلہ نہیں؟" اس کے ہاتھ گریبان کے بٹن سے کھیل رہے تھے۔ اس کے شانے نے اسے خوشی دی تھی۔ وہ اس کے حصار سے الگ ہو گئی۔

"فی الحال تو چلو تمہیں واپس چھوڑ آؤں۔ میرا دل بے ایمان ہو گیا تو پھر الزام نہ دینا۔" اس نے لاڈ بھری باتوں میں گستاخی کر ڈالی۔ وہ بدک کر بھاگ کھڑی ہوئی۔

"یار! اماں کی بہو ہو ذرا سے میں گھبرا گئیں۔" آنکھوں میں شوخی لبوں پہ شرارتی مسکان ..... کی اڑی اڑی رنگت پہ بے تحاشا ہنس رہا تھا۔

UrduPhoto.com
UrduPhoto.com
UrduPhoto.com